

تیری آواز مبحزہ کر دے

(غزلیات)

زین شکیل

**Book Name:** Teri Awaz Mojiza Kar De

**Price:** 800/- Rs.

**Author:** Zain Shakeel

Published in February 2022

Email: [zainshakeel300@gmail.com](mailto:zainshakeel300@gmail.com)

FB | Instagram | Youtube

Zainshakeelofficial | +92 342 5956300

قلبان پبلیکیشنز

پیش بازار، رمضان مارکیٹ، جلا پور جہاں، گجرات

[qalbaan@gmail.com](mailto:qalbaan@gmail.com) | +92 332 3252000

## انتساب !

دادا جان محمد حسین بٹ مرحوم کے نام

جن کا سایہ گھنے پھل دار درختوں جیسا،

جن کی محبت دریاؤں سے گہری

اور چشموں کے میٹھے پانیوں جیسی شفاف تھی



زخم سارے ہی بھر دیے میں نے

شکھ تری سمت کر دیے میں نے

وہ مرے سنگ تھا اداس تو پھر

رابطے ختم کر دیے میں نے

دکھ اٹھائے تو اپنے سارے شکھ

اس کی چوکھٹ پہ دھر دیے میں نے

اب تم آئے ہو خواب لینے کو  
جانے کس کو کہہ دیے میں نے

نوچتی تھیں بدن تری یادیں  
ان کے ناخن کر دیے میں نے

اب تجھے صحیح تک ستائے گی  
رات کے کان بھردیے میں نے

زینمنبر وہ یاد بھی نہ رکھے گا  
جتنے احسان کر دیے میں نے



تو خوش ہو کہ تجھے ذکر کی دو ابولتے ہیں

میرے بارے میں تو سب کھل کے برا بولتے ہیں

میں نہیں جانتا سینے سے لگانے کے سوا

کوئی روتا ہو الٹ آئے تو کیا بولتے ہیں

میں، مرا عشق، چلو میری وفا ایک طرف

یہ جو تم کرتے ہو، کیا اس کو وفا بولتے ہیں؟

تجھ کو تو ہونٹ ہلانے کی ضرورت بھی نہیں

بولتے نہیں ترے اچھا بھلا بولتے ہیں

آپ تو ڈھونڈنے نکلے ہیں زمانوں میں اُسے

ہم توجہ دل میں بے اُس کو خدا بولتے ہیں

عشق نے آج تک رکھی ہوئی ہے روشن

وہ جگہ، لوگ جسے ”غارِ حرا“ بولتے ہیں

یہ بھی سر کارِ مدینہ کا کرم ہے کہ یہ لوگ

زین ہوں، اور مجھے ان کا گدابولتے ہیں



بھلا فقیر کو دنیا کی کیا ضرورت ہے؟

تراتو صرف ابھی مسئلہ ضرورت ہے

ٹو جاتا ہے محبت کی کیا ضرورت ہے؟

یقین مان فقط بچنا ضرورت ہے

یہ سرکشی جو ترے سرچڑھی ہے امارا سے

خدا کی تو نہیں! تیری خدا ضرورت ہے

ضمیر سوئے ہوئے دو گھنٹی تو جائیں گے

سو اپنے شہر کی، اک سانحہ، ضرورت ہے

کہا یہ اُس نے مرے پاس صرف رنج بچا

میں اپنی موج میں تھا! کہہ دیا! ضرورت ہے

”! بھجی پہ چنپڑا!“ جا! تری ضرورت نہیں

وہ جیسے رویا، مجھے یہ لگا ضرورت ہے

میں کائنات ہتھیلی پہ لائے کر رکھ دیتا

تو ایک بار مجھے بولتا! ضرورت ہے

تو خود کہے نہ کہے، میں سمجھ چکا مرے دوست

کہ تیری، قرب نہیں فاصلہ ضرورت ہے

”سخن سے یہ نہیں بولا کہ ”لازمی دے دے

“اٹھا کے ہاتھ بس اتنا کہا ”ضرورت ہے

میں شاید اب کبھی اپنے بھی کام آنے سکوں

اور اب تجھے بھی مری، کو نا ضرورت ہے

تجھے تو یوں بھی بٹھالیں گے لوگ آنکھوں پر

حسین شخص! تجھے میری کیا ضرورت ہے

وہ روز مجھ کو نئے خواب سونپ دیتا ہے

وہ مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھتا، ضرورت ہے؟

ترے ہی نام! مرے لفظ، جسم، جان، یہ دل

مجھے بتانا تری اور کیا ضرورت ہے

ُوجب بھی میٹھے سے لبھ میں بات کرتا ہے

تو بول دیتا ہے لبھ ترا، ضرورت ہے

تجھے یہ لگتا ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں؟

”جو شخص منہ سے نہیں کہہ رہا“ ضرورت ہے

بچھے مری نہ سہی، پھر بھی تھوڑی دیر ٹھہر

مجھے تری، اے مرے دوستا، ضرورت ہے!

یہ مجھ پر چھوڑ دے جیسے بھی چاند لے آؤں

اداں شخص! نقطہ یہ بتا، ضرورت ہے؟

مری طلب ہیں مرے یار تیرے بہکاوے

قریب آ کے مجھے ورغا! ضرورت ہے

پھر ایسے مین رچائے گا کون میری طرح

کسی کے غم کو مری بے بہا ضرورت ہے

”وہ پوچھتی بھی رہی، ”زین بول کیوں ٹھہروں؟“

”میں اُس سے یہ بھی نہیں کہہ سکا، ”ضرورت ہے“



گھر سے نکلے ہیں اس غبار میں ہم

رونے لگتے تھے انتظار میں ہم

آپ سے کس نے کہہ دیا ہے حضور؟

آپ کے بن رہے قرار میں ہم

جس پہ جالا بُنا تھا مکڑی نے

کاش جائیں اُس ایک غار میں ہم

یہ نصیبوں کی بات ہوتی ہے

یار ہو ہم میں اور یار میں ہم

اب جو سوچیں تو خود پہنچتے ہیں

کتنے پاگل تھے تیرے پیار میں ہم

لوگ تو کتنی بار سوچتے تھے

ہو گئے تیرے ایک بار میں ہم

اب بھی تم لوٹ کر نہ آئے تو

پھر میں گے فقط مزار میں ہم

زین وہ جیت کر اداں ہوئے

اور بہت خوش ہیں اپنی ہمار میں ہم



دیکھ ہر درد کو نکھار کے ہم

آگئے اپنا آپ مار کے ہم

اب تو نقصان بھر صدائوں کا

تھک گئے ہیں تجھے پکار کے ہم

اس وسیع و عریض دنیا میں

یار اپنا ہے اور یار کے ہم



کن آنکھوں کے دیپ ہو؟ کن کو بھائے ہو؟

کس کے ہو؟ آخر کس کے کھلانے ہو؟

ایسے کون برتا ہے مجبوری میں؟

کس کا ساون چوری کر کے لائے ہو؟

ہم کو اپنے لوگ ہی کافی تھے پاگل

تم ڈکھ دینے اتنی دور سے آئے ہو

کس نے تم کو درس دیا ہے دنیا کا؟

کس کی باتیں مُن مُن کر گھبرائے ہو؟

میری چھت پر ہجر کی دھوپ کھڑی کر کے

کس پر وصل کا بادل بن کر چھائے ہو؟

دیک بن کر چاٹ رہا ہے بس یہ غم

تم میرے اپنے تھے آج پرائے ہو

نام علی کا لینے والے زین پیا

تم بھی کرمان والی ماں کے جائے ہو



ہو گئی تنگ زندگی مجھ پر

کاش کھلتی نہ آگئی مجھ پر

کھول کر اک بلا اُد اسی کی

اک اسیر ان نے چھوڑ دی مجھ پر

پھر گلے سے مجھے لگا، مرے غم

نچ نہیں پار ہی خوشی مجھ پر

میں جسے تیرے دکھ سناتا تھا

وہی دیوار گر پڑی مجھ پر

تم زمانے سے مختلف کیوں ہو؟

ایک تم ہی نہیں ہنسی مجھ پر

میں نے گھر کا نشاں مٹاڑا لਾ

ناز کرتی ہے بے گھری مجھ پر

میری تہائی بھر گیا غم سے

مہربانی تو اس نے کی مجھ پر

شکل و صورت بھری اُداسی کی

دیکھ لو ہو بھوگئی مجھ پر

میں ترے میں اڈھے پھرتا ہوں

رُت جو آئی ہے ماتنی مجھ پر

دن قیامت کے دو گے اس کا حساب؟

جو قیامت گزر گئی مجھ پر

بس مرے رنگ اُترنے والے تھے

پھر تمہاری نظر پڑی مجھ پر

عشق اُس کا، وہی کتاب ہے جو

زین اُتری ہے، آخری مجھ پر



کب ترے رستوں میں یہ رستے پڑے

میری تنہائی کا گھر ٹونا پڑے

کس کی آنکھوں سے گزر کر آئے ہو؟

الگ رہا ہے، راہ میں دریا پڑے

نیند کی قیمت ادا نہ کر سکوں

اور تمہارا خواب بھی مہنگا پڑے

کاش! تم سے بھی کچھ ایسی پوچھو ہو

کچھ نہ ہو کہنے کو، اور کہنا پڑے

! دے کوئی سلیمانی ہوا غم، اے خدا

اب تو ان آنکھوں کو کمر دنا پڑے

میری بد نامی میں تیرا ہاتھ ہے؟

جا! ترے ہر عیب پر دھپڑے

اپنی پیشانی کو زخمی کر لیا

ہم بھی کس پتھر کے در پر جا پڑے

آ! بھرم رکھ لے مرا کہ یہ جہاں،

آج میرے سامنے جھوٹا پڑے

زین! اپنے غم سے ہم ٹوٹے نہیں

ہم کو بس اوروں کے غم سہنا پڑے



اپنی کیا بات کروں؟ اپنا مصیبت میں گئے

کاٹ کر دیکھ! ترا وقت جو فُرست میں گئے

میں بھی کب رات کے سینے سے لپٹ کر رویا

میرے بن، تیرے بھی دن، کون ساعدت میں گئے

کائنے والے تو ذلت کا نشان ہیں اب تک

اک عالمدار کے بازو تھے جو عزت میں کٹے

سب میں بُتی رہی خیرات ترے چہرے کی

میری آنکھوں کے شب و روز ضرورت میں کٹے

ایک لمحہ، جسے مجبوری لگل بیٹھی ہے

میں نے چاہا تھا کہ یہ تو تری قربت میں کٹے

آنکھ روشن ہے، جو رو قی ہے غموں پر اُن کے

سر وہی اوپھا ہے، جو اُن کی محبت میں کٹے

تیری فرفت میں یہ کاٹے بھی نہیں کہتا ہے

تیرے آنے سے مر ا وقت بھی عجلت میں کٹے

وقت کے بارے میں تلقین تمہیں کرنا تھی

کاٹتے رہنا اسے، جتنی اذیت میں کٹے

اُس نے طے کر لیا برسوں کا سفر لمحے میں

زین جی! آپ کے رستے بڑی مدت میں کٹے



سنجدال رکھا تھا دل میں کوئی ملال اُس نے

ترੱپ تੱپ کے گزارے تھے کتنے سال اُس نے

کسی نے پھر نہیں دیکھے وہ نین ہنستے ہوئے

رکھا نہ خود کا، مرے بعد پھر خیال اُس نے

کسی نے آنکھ سے آنسو نہیں پختے اُس کے

ہمارے بعد رکھی جس سے بولچال اُس نے

جواب ڈھونڈتے رہنے میں عمر وقف ہوئی

وہ جب ملا تو کیا ہی نہیں سوال اُس نے

سیاہ رنگ مری یاد اُسے دلاتا تھا

پہن لیا ہے مگر آج رنگ لال اُس نے

اُسے یہ حق ہے ہماری خوشی کو اپنائے

ہمارے غم کی بہت کی ہے دیکھ بھال اُس نے

بغیر اُس کے تو احساسِ زندگی بھی نہ تھا

گلے لگا کے مری سانس کی بھال اُس نے

دعا کو ہاتھ اٹھائے تو مجزہ یہ ہوا

مری ہتھیلی پر رکھا تھا اپنا گال اُس نے

تمہارے زین کی خوشیوں سے آشنائی نہیں

ہیں جانے کون سے جھیلے ہوئے زوال اُس نے



چکھ د کھایا نہ روشنی نے مجھے

تھام رکھا ہے تیر گی نے مجھے

عمر بھر ڈھونڈتا رہا ہے کوئی

اور گم کر دیا کسی نے مجھے

میں نے چاہا کہ تو تو ہنستی رہے

پھر رُلایا تیری ہنسی نے مجھے

اپنا دشمن بنالیا خود کو

کیا دیا تیری دوستی نے مجھے

میں کہ برباد ہی بہت خوش تھا

مارڈا لا ہے بہتری نے مجھے

تجھ کو لوٹا رہا ہوں اے مالک

جو دیا تیری بندگی نے مجھے

یہ بھی کتنی بڑی اذیت ہے

زندہ رکھا تری کمی نے مجھے

اجنبی بن گئے سمجھی رستے

صرف پچانا اک گلی نے مجھے

اے خدا مجھ سے اک شکایت ہے

دکھ دیا تیرے آدمی نے مجھے

”زین جی اب اداس مت ہونا“

یہ کہا تھا ناں آپ ہی نے مجھے؟



اعزاز مل گیا ہے یہ سب سے بڑا مجھے

سب لوگ کہہ رہے ہیں ترا سر پھر اُجھے

تو بعد میں کہے گا سبھی ہاتھ کر گئے

اچھے نہیں لگے ہیں ترے باوفا مجھے

اس شخص کو انیر یہ دنیا لبھا گئی

ورنہ وہ کب کسی کے لیے چھوڑتا مجھے

ایسا بھی کیا ہوا کہ دعا کرنہیں سکا

لیکن کسی کی قبر پر رونا پڑا مجھے

میں نے سب اُسکے بین نے سکیاں ٹُنیں

بس وہ دکھا نہیں کبھی ہنتا ہوئے مجھے



خالی دامن میں حوصلہ رکھنا

ڈر کو دیوار سے بڑا رکھنا

تم کو معلوم ہو ہوا کامزاج

اپنی منڈیر پر دیار رکھنا

بزم میں آنے کی اجازت دو!

یار! بے شک مجھے کھڑا رکھنا

میں یہی کام ٹھیک کرتا ہوں

خود سے خود کو بہت غفار رکھنا

تم کو دنیا کی پیشکش ہو گی

تم بھی میری طرح خدار کھنا

میں نے خود سے جدار کھانوں کو

مجھ کو اور وہ سے تم جدار کھنا

وہ جو لفظوں سے سر زکالت ہے

اب اسے کیا ڈھکا چھپا رکھنا

زندگی بھر شر ملے گا تمہیں

میرے غم کا شجرہ رکھنا

زین بے لوٹ ہو کے کیا پیا؟

اب تعلق میں فائدہ رکھنا!



دونوں کے درمیان مُقدّر تو آئے گا

الزام بے وفائی کسی پر تو آئے گا

جب تم کھلی کتاب ہو، پڑھتے رہیں گے لوگ

بیری ہو گھر کے صحن میں، پتھر تو آئے گا

رویا ہوں ان کی یاد میں، خود سے لپٹ کے میں

دل کو مرے قرار، گھٹری بھر تو آئے گا

لفظوں کو جوڑ توڑ کے اتنا بڑھا لیا

میرا کلام غم کے برابر تو آئے گا

آنکھوں سے دور رہنے کی تاکید کی تو تھی

إن میں اُتر گئے ہو، سمندر تو آئے گا

آوارگی میں گم ہے ابھی دل تو کیا ہوا

ٹھوکر لگی تولوت کے پھر گھر تو آئے گا

میرے ہزار کہنے پر آئے نہ آئے زین

لیکن وہ میری موت کا ٹھنڈا کرتا تو آئے گا



دل بیابان کر گئے ہو مرد

کتنا نقشان کر گئے ہو مرد

اپنادربند ہو گیا مجھ پر

گھر بھی زندان کر گئے ہو مرد

مُسکرا کر بھی کیا ملا مجھ کو

غم کے دان کر گئے ہو مرد؟

وصل کا ڈھول پینے والے

بجھ آسان کر گئے ہو مرد

اشک گہنے بنانے ہو مردے

درد ایمان کر گئے ہو مرد

زین اتنا تو گھرنہ تھا پہلے

جننا ویران کر گئے ہو مرد



بے سو دانتظار ترے دن گنے گئے

سچ ہے کہ اب کی بار، ترے دن گنے گئے

ٹھہری رہے گی اُبڑی ہوئی اک طویل شب

ستے ہوئے دیار، ترے دن گنے گئے

آئی ہے عمر بھر کے لیے اب خزاں کی رُٹ

اے موسم بہار، ترے دن گنے گئے

اے نکھ! تجھے یہ کہتے ہوئے شر مسار ہوں

پھر آج ایک بار، ترے دن گنے گئے

! دنیا کے اس مزاج سے، اے مختلف مزاج

چل زین میرے یار! ترے دن گنے گئے



کوئی تو خوابِ محبت بھی ساتھ دھر جائے

ہمارے نین کثوروں میں نیند بھر جائے

اب اُس کی بزم میں کمزور دل کا کام بھی کیا؟

وہ رخ جو پھیرے تو مضبوط دل بھی ڈر جائے

نہ پوچھ اُس کی اداسی کی و سعیں کہ وہ شخص

کسی کو شعر سناتے ہوئے بکھر جائے

کھلا ہے خیر سے آوارگی کا دروازہ

تری تلاش میں لیکن یہ دل کدھر جائے

ابھی میں ہوں تو جہاں بھر میں ہے پھبٹ تیری

نہیں رہوں تو تارنگ بھی اترجمائے

طلاق عقل کو دے دی ہے آج تیسرا بار

یہ دل پہ چھوڑ دیا لے کے اب جدھر جائے

میں اس کے غم سے مر اسم بڑھا چکا اتنے

خوشی جو آئے تو چاہوں ابھی ٹھہر جائے

بھلے شفانہ عطا ہو ذرا سا چھو تو سہی

نصیب زخم گھٹری دو گھٹری سنور جائے

یہ میں نے خواب میں دیکھا تھا زین، سوئے فلک

وہ آنکھ اٹھا کے گرائے تو چاند مر جائے



لمحہ بہ لمحہ ایک مصیبت کے ساتھ ساتھ

ہم جی رہے ہیں اُس کی ضرورت کے ساتھ ساتھ

یونہی نہیں قبول کیا میں نے تیرا ہجر

اس میں سکون بھی ہے اذیت کے ساتھ ساتھ

اُس گفتگو کا ڈھنگ بھی دل میں اُتر گیا

تھا کچھ تو جھوٹ جس میں صداقت کے ساتھ ساتھ

بولو تمہارے مَن سے نقیری کدھر گئی

نفرت بھی کر رہے ہو محبت کے ساتھ ساتھ

ہر اک کے دکھ پر روتے ہیں اپنے کو چھوڑ کر

اتنے تو ہم امیر ہیں غربت کے ساتھ ساتھ

شاید تبھی وہا تھے چھڑا تاہے تھام کر

ذوری بھی چاہیے اُسے قربت کے ساتھ ساتھ

ہم نے مٹا کے رکھ دیا اس دل سے آخر ش

تیر اخیال بھی تری صورت کے ساتھ ساتھ

لوگوں میں لے ہی لیتا ہے گھبرا کے میرا نام

ہے اُس کے دل میں خوف بھی جرات کے ساتھ ساتھ

اسباب تھے جدائی کے کتنے ہی اور زین

کچھ تو مر اقصور تھا قسمت کے ساتھ ساتھ



تو بتا! آکے تجھے کیا لگا میری طرف؟

ہر کوئی شخص ہے بس میرے سوا میری طرف

میں کہ اس دشمن کی وحشت پہ بھی راضی تھا بہت

ٹونے کیا سوچ کہ بھیجی ہے دعا میری طرف

جانے دے یار، بہت فرق ہے تجھ میں، مجھ میں

گُل جہاں تیری طرف، ایک خدا میری طرف

میں بھی یہ راکھ سمیٹوں گا کہاں تک آخر

ہو کے آیا ہے کسی پر وہ فدا، میری طرف

تو کسی روز جو آئے تو زمانہ دیکھے

اک تماشا کہ جواب تک نہ ہو امیری طرف

میں تیرے مہکے ہوئے گُن کی زیارت کر لوں

اے خدا آج ذرا مجھ کو بلا میری طرف

آج اجمیر کے والی مرے مہمان بنے

مہربانی کا ہے کچھ رنگ جد امیری طرف

اس نے پوچھا کہ کوئی ابھی جگہ؟ سکھ ہو جہاں؟

میں نے دھیرے سے فقط اتنا کہا میری طرف

زین وہ شخص زمانے کی جھاتھا ہے ہوئے

ڈھونڈنے آئے گا اک روز، وفا میری طرف



ذرا بھی رنج و غم، ملال، کچھ نہیں

اسے خبر تھی میرا حال کچھ نہیں

جواب ہی نے لا جواب کر دیا

کہ اس جواب کا سوال کچھ نہیں

مرے لیے تو اس کے نین مر گئے

اب اسکے ہونٹ اسکے گال کچھ نہیں

مری تو ساری عمر پر محیط ہیں

ترے لیے جو تین سال کچھ نہیں

وہ فون کر کے رویا اور اُس نے پھر

"یہ کہہ کے کاٹ دی ہے کال" کچھ نہیں

میں ایسی کیفیت میں جم چکا ہوں زین

جہاں عروج اور زوال کچھ نہیں



صد حیف کہ ہنسا نہیں بیمار کے بس میں

ہر ایک خوشنی جیسے ہو آزار کے بس میں

کیوں ان کو رلاتے ہو سنا کر غمہ بھرت

سینے سے لپٹا نہیں اشجار کے بس میں

ہے اپنی جگہ سرخ گلابوں کی پھبن بھی

لیکن ہیں فسوں سازیاں مہکار کے بس میں

خوں ریزیاں ہر گز نہیں انجام جنوں زین

اور ان کے سوا کچھ نہیں تلوار کے بس میں

اک غم جو ترے بھر سے اس بار ملا ہے

اس کا تو مد او نہیں غم خوار کے بس میں

دکھ در دستاتے ہوئے سر پھوڑ لیا ہے

ہو بھی تو بھلا کیا، کسی دیوار کے بس میں

اتنا بھی نہیں زخم پر مر ہم کوئی رکھ دے

دینا ہے فقط زخم ہی سنوار کے بس میں

اے کاش کہ مجبوری مجھے چھو نہیں سکتی

اے کاش کہ کچھ ہوتا مرے یار کے بس میں

میں ان کا گلد اگر ہوں بھی ناز بہت ہے

جو کچھ بھی ہے، سب ہے، مری سر کا رکے بس میں

یہ خود میں تری ذات کی توصیف سمو لیں

اتنی نہیں وسعتِ مرے اشعار کے بس میں



کم سمجھتے ہیں بھلے، لوگ سمجھ لیتے ہیں

میرے جیسا ہی تجھے لوگ سمجھ لیتے ہیں

ایک بس تو ہی سمجھ پایا نہیں آج تک

ورنہ اک پل میں مجھے لوگ سمجھ لیتے ہیں

عشق سے اتنی ہی عجلت میں مفرّج چاہتے ہیں

جتنا آسان اسے لوگ سمجھ لیتے ہیں

میں اشاروں میں بھی سمجھا نہیں سکتا ہوں تجھے

اے مری جان ترے لوگ سمجھ لیتے ہیں

عشق وہ ہے جو دل و روح کو روشن کر دے

وہ نہیں ہے کہ بنے لوگ سمجھ لیتے ہیں

وہ مرے کان میں کہتا ہے کوئی پیار کی بات

دور تک بیٹھے ہوئے لوگ سمجھ لیتے ہیں

معرفت کیسے ہو اُس بات کی سکھ والوں کو

زین جو دکھ سے بھرے لوگ سمجھ لیتے ہیں



اک شخص کہ رہتا ہے جو، نیندوں سے پرے بھی

کچھ خواب وہ بھیجے ہے سنہرے بھی ہرے بھی

کچھ کچھ وہ مر اہے تو زمانے کا ہے کچھ کچھ

چھپ چھپ کے مجھے ہاتھ لگائے بھی ڈرے بھی

ملنے میں وہ اک شخص بھی لمحے کی طرح ہے

عجلت میں گزر جائے بھی، تاخیر کرے بھی

خاہم کو فقط حکم دفا اس لیے ہم لوگ

تیرے ہی لیے جیتے رہے اور مرے بھی

سانسوں میں بسار کھا ہے اک دشمن جاں کو

وہ روز مجھے زخم لگائے بھی بھرے بھی

جازین بیباں کے اسی درپہ سوالی

جس درکانمک کھاتے ہیں کھوٹے بھی کھرے بھی



جب یادوں کی کھڑکی کھولے نینوں کو بر سارے ہو

رو نے والی! کرم اس والی! کون تجھے سمجھائے ہو

یار کا نام کرامت والا جب ہو نٹوں پر آئے ہو

تن بھی مہکے، من بھی مہکے، آنگن بھی مہکائے ہو

اپنوں غیر وں سب نے جگ میں جھوٹ کے دفتر کھولے ہیں

ایک الیلا صاحب میرا چی بات بتائے ہو

یار کی آنکھیں منبر مانیں، من کو مسجد مان لیا

مسجد، اللہ والی مسجد، مسجد کون گرائے ہو

دیرانی کے چہرے پر ٹوچا ہے پس کر کا لک مل

سینے میں جو آگ لگی ہے اس کو کون بجھائے ہو

شہ رگ سے بھی پاس کہیں پرمائی چھپ کر بیٹھا ہے

ٹور ہے اور صبور نہیں ہم، گھو نگھٹ کون اٹھائے ہو

عشق بجھائی رمز نرالی، لگ گئی کرماں والی چپ

ایک اسیر ان عشق فقیران، چھپ چھپ نیر بھائے ہو

کر کے روز تصور، پیر علیؑ کے در کی چوکھت کا

شام ڈھلنے اک دیوانی لاثانی، دیپ جلانے ہو

إن آوازوں والوں کی آواز میں رتیٰ صحیح نہیں

اور اُس بے آواز کی چپ ہی، ساتھ مجھے لے جائے ہو

ذاتِ اجلا، باتِ حوالہ، نامِ نرالائے پا کا

مُحَمَّدٌ، محبت ہر سوم (میم) کے سامنے ہو

خواجہ جمیری کے صدقے زین سدا شبانہ ڈی میں

حضرت شہ محمودؒ کے ذر کاپانی بھر بھر لائے ہو



بایقین کوئی تو حساس بڑا ہے مرے ساتھ

جس قدر اب کے وہ مانوس ہوا ہے مرے ساتھ

چ تو یہ ہے کہ ترے غم نے مجھے توڑ دیا

ورنہ کہنے کو تو ہر غم ہی بڑا ہے مرے ساتھ

بس یہی مانِ راسِر نہیں جھکنے دیتا

بے وفاوں میں جو اک تیری وفا ہے مرے ساتھ

زندگی تھا گزاری ہے تو معلوم ہوا

میں اکیلا تو نہیں میری قضا ہے مرے ساتھ

غم کے صحراء پہ ہیں بس میرے ہی قدموں کے نشان

ٹو نہیں بھی ہے تو کیا، میرا خدا ہے مرے ساتھ

خود کو دیتا ہوں اذیت تو سکوں ملتا ہے

سوچنے لگتا ہوں یہ کس کی دعا ہے مرے ساتھ

سوچتا ہوں کہ اسے کون سی مجبوری ہے

وہ کہ اک شخص جو پابندِ وفا ہے مرے ساتھ

غم کی یلغار ہوئی اپنے سمجھی بیٹھ گئے

اک پرایاہی فقط اب بھی کھڑا ہے مرے ساتھ

میں ترے درد میں کیوں تجھ سے زیادہ رویا؟

ٹو بھی کس بات پر اے دوست لڑا ہے مرے ساتھ

ایک ٹوہے کہ ترے ساتھ بھری دنیا ہے

اور اک تیرے سوا کون بھلا ہے مرے ساتھ

ہر مسڑت سے بھی غم جھانک رہے ہوتے ہیں

زین ہر وقت کوئی کرب و بلا ہے مرے ساتھ

کنج مرٹ گال پر تراخواب کھڑا ہے کب سے

اور تب سے ہی مری نیند خفا ہے مرے ساتھ

ایک دن آپ سے ہربات کی پرسش ہو گی

زین جی! آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے مرے ساتھ



کیا کروں؟ کچھ نہ کچھ بتا مرشد

وہ نہیں مجھ کو بھولتا مرشد

اب اسے بھی تو کچھ قرار آئے

دیکھنا! وہ بھی تھک گیا مرشد

کیا بتاؤں میں خشن آنکھوں کا

جو اسے دیکھ کر ہوا مرشد

جانتا ہوں وہ ضبط والا ہے

اُس نے کرنا نہیں گلہ مرشد

میں بھلے جل کے راکھ ہو جاؤں

اُس کو رکھنا ہر ابھر امرشد

اب مجھے اُس کے پاس بھیجنے

اُس نے مجھ کو بلا لیا مرشد

میری آنکھیں بہت چمکتی ہیں

میں نے بھی پیار کر لیا مرشد

اس کا میرے سوا کوئی نہیں ہے

اب نہ کرنا ہمیں جد امر شد



کتنا شور مجاوے گے؟

کس کس کو سمجھاوے گے؟

اب میں تم سے کیوں پوچھوں

کھڑہو گے یا جاؤ گے

تم میری لاچاری کا

آوازہ بن جاؤ گے

میں نہیں کہتا تھا تم سے؟

لوگوں میں گھبراؤ گے

یہ جھوٹوں کی بستی ہے

بیٹھو دھوکہ کھاؤ گے؟

وہ جو مجھ پر بند ہوا

دروازہ کھلاوے گے؟

میں اور چاند ادا س ہوئے

کھڑکی میں کب آؤ گے؟

تم بھی لوگوں جیسے ہو

بس الزام لگاؤ گے

پاگل ہونا ہے؟ پاگل

پاگل کو سمجھاؤ گے؟

چپ تو تم سے ٹوٹی نہیں

تارے توڑ کے لاوے گے؟

اُس نے سوہننا جھوٹ کہا

زین بہت یاد آؤ گے



لگن کا کچھ حساب مانتا نہیں

چنان ہے! جناب! مانتا نہیں

سوال پر خموشی اختیار کر

یہ عشق ہے، جواب مانتا نہیں

علیٰ کے لاؤں کا بعض دل میں ہو

خدا کوئی ثواب مانتا نہیں

قریب سے وہ دور سا نہیں، مگر

یہ دل اُسے سراب مانتا نہیں

ہمیں تو نیند تک بھی پوچھتی نہیں

ہماری بات خواب مانتا نہیں

سن ہے اُس کے حاسدوں میں پھول ہیں

اُسے کوئی گلاب مانتا نہیں

ہر ایک لفظ سے جھلک رہا ہے وہ

اسے میں بس کتاب مانتا نہیں

بھلے ہی انگلیاں کٹیں یا سر کٹے

میں حُسن، بِحَجَابِ مَانِتَانِیں

جنوں کی بات چھوڑ دے کہ یہ کبھی

عذاب کو عذاب مانتا نہیں

بھے تری نظر خراب کر گئی

اُسے تو میں خراب مانتا نہیں

تمہارے میکدے کا کوئی شخص بھی

شراب کو شراب مانتا نہیں

یہ زین دیکھتا تملک نہیں اُسے

جو آپ کو جناب مانتا نہیں



اُس نے وہ لہجہ بنار کھا ہے

جس میں بس زہر ملار کھا ہے

سب خفا ہونے لگے ہیں تم سے

تم نے کیوں مجھ کو خفار کھا ہے

دیوتا گھور رہے ہیں! مجھ کو

دیو داسی نے بیلار کھا ہے

جب مری بات نہیں سنی تو

کیوں مجھے پاس بٹھار کھا ہے؟

آپ کیوں سب کی طرف دیکھتے ہیں؟

آپ کو سب سے جدار کھا ہے

آپ نے رکھا نہیں ہے مرادل

میں نے تو دل میں خدار کھا ہے

دیکھو ویرانی مری آنکھوں کی

چھوڑ، حیرانی میں کیا رکھا ہے



اداسیوں کو ہوا اؤں کی زد میں لایا جائے

چلو کہ غم سے کوئی تقدیر بنا یا جائے

یہ فیصلہ ہے کہ اس بار تیرے جانے پر  
تجھے صدائیں نہ دی جائیں، روٹھ جایا جائے

یہی سلوک روا ہے ہمارے ساتھ فقط

ہمیں نہ یاد رکھا جائے بس بھلا کیا جائے

ہمارے مرنے کا، ہم نے تمام لوگوں کو،

بتایا ہے کہ بس آپ کو بتایا جائے

ہم ایسے لوگ مزاروں سے کم نہیں ہوتے

قریب آ کے ہمارے دیا جلایا جائے

سو حق تو یہ ہے، ساعت پہ ناز کرتے شخص

تُوجو بھی سنتا نہیں وہ تجھے سنایا جائے

خوشی ملے بھی تو لگتا نہیں ہے من اپنا

ہمارے واسطے غم ہی کہیں سے لاایا جائے

خیال ہو! کہ رُخِ یار کا تقدس ہے

سو اُس کے سامنے ہر گز و خوبیں آیا جائے

جو جانا ہو مرے بارے، میرے پاس رہو

وہ مان لینا نہیں جو تمہیں بتایا جائے

اسے پتا تھا وہ کمزوری بن چکا ہے مری

پھر اُس نے سوچ لیا، فائدہ اٹھایا جائے

یہ رنگِ عشق بھی دیکھے جہاں، اگر مجھ کو

بروزِ حشر تری قبر سے اٹھایا جائے



قریب ہوتے ہوئے جو گریز پالے گا

اُسی کا دور سے تکنا بھی حوصلہ لے گا

وہ دیکھنے میں اگرچہ ذرا خفا لے گا

میں جانتا ہوں کہ پھر بھی گلے سے آ لے گا

ہمارے نین عبادت میں گم لگیں گے تمہیں

ہمارا بھجہ یقیناً تمہیں دعا لے گا

اگر میں صرف تمہارا ہوں مسکراتے شخص

تو پھر بتاؤ مر اغم تمہارا کیا لگے گا؟

سمجننا! عشق نہیں ٹھیک سے رچا نم میں

اگر کسی بھی سے یار دوسرے لگے گا

تمہاری ضد پر میں ماضی سے کچھ سنادوں مگر

وہ واقعہ تمہیں ویسے عجیب سا لگے گا

میں اس طرح سے سناوں گا، اے نئے نئے شخص

پرانے وقت کا قصہ تمہیں نیا لگے گا

مجھے ترپتا ہوا دیکھ کر سکون میں ہو

یہی سکون تمہیں ایک دن سزا لگے گا

تمہارے نین ہی سچ ہیں، بس جھکا کے انہیں

ہزار جھوٹ بھی کہہ دو کسے پتا لگے گا

بتارہا ہوں، تجھے عشق ہو گیا جس دن

بھرا چنان بھی کپسا اک گھڑا لگے گا

میں اس کی تلخ کلامی پر چپ رہوں گا اگر

مجھے یہ علم ہے، یہ بھی اسے ملے گے گا

وہ جس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقتے ہیں

ہماری آنکھ سے دیکھو، ہر ابھر ا لگے گا

وہ اتنا شیریں سخن ہے کہ جس کی حد ہی نہیں

وہ کوئی بات کرے گا تو مجڑہ لگے گا

جو ہوتا علم تو ہم زین کو بچار کھتے

نہیں پتا تھا تمہیں اتنے کام کا لگے گا

مری اداسی تمہیں اُس سے مَس کرے نہ کرے

جو تم اداس رہے تو مجھے برالگے گا

کبھی یہ سوچا نہیں تھا کہ اتنے برسوں بعد

وہ شخص ہم سے ملا تو ڈر اڈر اگلے گا

اُسے تو ڈھونڈنا مشکل نہیں ہزاروں میں

ہزار لوگوں میں ہو گا مجھی توجہ اکے گا

کوئی ہو، کیسری، نیلا، گلابی، سبز، سفید

ہر ایک رنگ ہی تجھ پر کمال کا لگے گا

سیاہ رنگ پہن، آنکھ میں لگا کا جل

تجھے پتا ہی نہیں ہے، تو کیا بلے گا

اداں لوگ شبیں جس طرح سے کامٹے ہیں

تم ایک کاٹ کے دیکھو، تمہیں پتا لگے گا

مری تو نظمیں تمہیں دکھ میں حوصلہ لگیں گی

ہر ایک لفظ مر اتم کو دیوتا لگے گا

اس اضطراب سے اندازہ ہو نہیں رہا ہے؟

کہ ایک پل کا مجھے ہجر بھی بڑا لگے گا

تمہارے جانے سے ہم کو بھلے نہ فرق پڑے

مگر یہ تھے ہمیں دکھ تو بے بہا لگے گا

مزہِ توجہ ہے برا ہو، مگر بھلا ہی لگے

بھلائی کرتے توہر شخص ہی بھلا لگے گا

ابھی بھی وقت ہے اپنے لیوں کو جنبش دے

مرا سکوت تجھے ورنہ مسئلہ لگے گا

ترے بھی رنگ اتر جائیں گے سمجھی، مرے بعد

ٹو مسکرائے گا لیکن بجا بجا لے گا

جدید دور میں مر جاؤں گا قدم سی موت

اور اس طرح سے مر دوں گا کہ حادثہ لے گا

سنے گا یو نہیں بھلا کب تک اداں دھینیں؟

ہمارے ساتھ کبھی آ کے دل لگا، لے گا

کسی بھی شخص میں خوفِ خدار ہاں نہیں

تجھے یہاں کاہر اک سنگ بھی خدا لے گا

مجھے یقین ہے تجھے یاد میری آئے گی

کہیں، کوئی بھی تجھے جب بھی باوفا لے گا

ہمارے شہر میں رانچ ہے غم کی تاریکی

سو تجھ کو ہنستا ہوا شخص بھی دیا لے گا

پھر اس کو یاد بھی آجائیں گی سبھی باتیں

ہمارا نام بھی اس کو سنا سنا لے گا

سنابے کچھ بھی نہیں اس میں رہ گیا باقی

تمہارا زین تمہیں بھی مٹا ہوا لے گا



کبھی موت آئے مجبوری کو

گلے آگ تری مجبوری کو

کوئی ہر دم یار سے واصل ہے

کوئی روتا ہے منظوری کو

اب تم سمجھانے آئے ہو؟

مجھ دیوانے منصوری کو

مجھے رنج صدائیں دیتا ہے

مجھے جانا ہے مزدوری کو

یہ لوگ سمجھ نہیں پائے ہیں

اُن آنکھوں کی مسحوری کو

نہیں اور زیادہ جھیل سکتیں

ہم تھوڑی سی اس دوری کو

وہ غیر ضروری کہتا ہے

مری ہر اک بات ضروری کو

ہم نے آخر تسلیم کیا

اس ہجراں کی محصوری کو



یہ دل، (یہ بتایرے ہونے کیا فائدہ؟) جل رہا ہے

جسے اک ذرا بھی نہ جلنا تھا، بے انہا جل رہا ہے

اُسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے

زمانے کی تاریکیوں میں بھی اک دیا جل رہا ہے

بچھڑ کر تڑپتے تو دونوں ہیں لیکن پلٹتے نہیں ہیں

ابھی تک انا کے الاؤمیں عہد و فاجل رہا ہے

اس آتش صفت شخص کو مانگتا ہی رہوں، میں نے چاہا

دعاب بھی باقی ہے، پر اب یہ دستِ دعا جل رہا ہے

اُسے پوچھتے ہو، کہ جس کو چراغوں سے نسبت نہیں ہے

! اسے کیا خبر کون سا بھج گیا، کون سا مل رہا ہے

مجھے تک رہا ہے تو اور میں سبھی کی طرف تک رہا ہوں

ترے اک مجھے صرف تکنے سے ہر تیرا جل رہا ہے

اسے عشق کی لوکسی طور بجھنے نہیں دے سکی ہے

ترے ہجر کی آگ میں اب بھی اک سر پھر اجل رہا ہے

تری یاد میں جلنے والے کو کیا قید اور کیا رہائی؟

وہ تھا قید میں، جمل رہا تھا، وہ ہو کر رہا جمل رہا ہے

مرے صبر پر آگ لپٹی رہی تیری ہربے کلکی کی

تجھے حوصلہ دیتے دیتے مرا حوصلہ جل رہا ہے

کہا میں نے اس شہر سے سارا امن و امال جا رہا ہے

”تو مجذوب نے شہر یہ لفظ سن کر کہا، ”جل رہا ہے“

فقط ڈائریکی اور تصاویر، ہی آگ کی نذر کی ہیں

نہیں، تو نہیں جل رہا بس ترا متذکرہ جل رہا ہے

خفا مجھ سے ہو کر ترا چین کی نیند سونا بجا ہے

تراتو نہیں جل رہا نا، کلیجہ مر اجل رہا ہے

ترے بھر میں جل رہا ہے کوئی، یہ کھلا آج تجھ پر؟

نئی بات کب ہے بھلا یہ کوئی آن کا جل رہا ہے؟

محبت کہاں دیوتاؤں کو بھی چھوڑتی ہے کہیں کا

اُدھر دیوداسی جلی ہے، اُدھر دیوتا جل رہا ہے

عجب ہے، اذیت پسندی کامرا ہوا شخص ہے وہ

منانے پہ جو مانتا بھی نہیں اور خفا جل رہا ہے

مرے سگ تھا تو مہلتا، چمکتا، دمکتا تھا ہر دم

سو جس روز سے وہ بھی مجھ سے ہوا ہے جدا، جل رہا ہے

وہ یادوں کا اک دیپ جو شام ڈھلنے تی جلنے لگا تھا

سحر ہو گئی ہے مرے زین، اس کو بجھا، جل رہا ہے



صاحبا! کوبہ کواد اسی ہے

صاحبا! گفتگو ادا اسی ہے

صاحبا! آج میں بہت رویا

صاحبا! چار خواداد اسی ہے

صاحبا! دل بہت اکیلا ہے

صاحبا! دل کی خواداد اسی ہے

صاحبا! پھول بین کرتے ہیں

صاحبا! رنگ و بواد اسی ہے

صاحبا! غم جد اسیروں کا

صاحبا! آبر واد اسی ہے

صاحبا! دیکھ لے! قرار آئے

صاحبا! ہاتھ چھو! اداسی ہے

صاحبا! نین اور کیا دیکھیں

صاحبا! ماہ رُواہ اسی ہے

صاحبا! دربہ در ہوں میں خود میں

صاحبا! جتنہ وادا سی ہے

صاحبا! کام بھی نہیں آتی

صاحبا! فال تو وادا سی ہے

صاحبا! آئینے میں دیکھا ہے

صاحبا! نہوبہ نہ وادا سی ہے

صاحبا! ورد غم عطا کر دے

صاحبا! باوضو وادا اسی ہے

صاحبا! کل جہاں مہکتا ہے

صاحبا! مشکبو وادا اسی ہے

صاحبا! سر خروکیا جاؤں

صاحبا! زرد روادا اسی ہے

صاحبا! در حباب غم خواراں

صاحبا! زوبہ رُوادا اسی ہے

صاحبا! ہر خوشی جڑی تجھ سے

صاحبا! صرف ٹوادا اسی ہے



دل پاے مصروعہ حسین! اُس کے لکھے ہوئے ہوتم

وہ بھی حسین کم نہیں، جس کے کہے ہوئے ہوتم

روح کو رو ج دی نہیں، جسم کو جسم دے دیا

جسم نے بھی گلہ کیا، کتنے رہے سہے ہوتم

یو نہیں رہو گے منتظر؟ اُس کے جواب کے لیے؟

آنکھیں بھی پڑھ لیا کرو، اتنے پڑھے لکھے ہوتم

اُس کو مری سزا طی، مجھ کو تمہاری مل گئی

اُس کا نہیں ہوا ہوں میں، میرے نہیں ہوئے ہوتم

جیسے حسین تھے کبھی، ویسے ہی اب بھی ہو حسین

ویسی ہے اب بھی گفتگو، لگتا ہے خوش رہے ہو تم

دیکھو تو رہ نہیں سکا، میں تو کبھی تمہارے بعد

میرے بغیر کس طرح، اتنے ہرے بھرے ہو تم؟

آج بھی مجھ سے راہنے، اک یہ سوال کر لیا

کس نے ادا کر دیا؟ کس کے لیے زکے ہو تم؟

تم نے تو سارے عشق کا نام خراب کر دیا

دنیا تمہیں ڈرائی، دنیا سے ڈر گئے ہو تم

اتنا قدیم رنج تھا، تھا بھی بہت زبان دراز

ہم نے بھی کہہ دیا سے، شرم کرو بڑے ہو تم

مجھ کو تو میرے دوستا! چپ ہی تباہ کر گئی

اب کے تمہاری فکر ہے، چپ سے ہی ہو گئے ہو تم

میری وفاکیں مسترد کرنے کا ڈھیر شکر یہ

وہ تو اس بھی نہیں، جس کے لیے مرے ہو تم

دیتا تھا دیر سے جواب، کہتی تھی روکے تب مجھے

کتنی اداں تھی میں زین، سچ میں بہت بڑے ہو تم



مجھ کو شاید ہر ابھر اکر دے

تیری آواز مجذہ کر دے

بھینے والوں کو تو نہیں مطلوب

مرنے والوں کا فائدہ کر دے

اُس کی نظروں میں آپکا ہوں میں

کیا پتا، مجھ کو کیا سے کیا کر دے

راج چلتا ہے اُس کی آنکھوں کا

وہ جسے چاہے سر پھرا کر دے

رونے والوں کی خیر ہے سائیں

ہنسنے والوں کا ہی بھلا کر دے

میں اگر تیرے کام کا نہیں ہوں

پھر مجھے میرے کام کا کر دے

جو گلہ اُس سے ہے، رہے اُس سے

اے خدا! خود سے بے گلہ کر دے

یار انکار تھوڑی کرتا ہوں

جو بھی غم دے، مجھے بتا کر دے

را بیگان کر نہیں یہ شیر میں دہن

لا! مجھے زہر میں ملا کر دے

! صاحبا! بادشاہ! سر کارا

کچھ نہیں ہوں مگر فاکر دے

میں پھر اس بار مان جاؤں اور

تو منا کر مجھے خفا کر دے

یہ مری قید کا تقاضا ہے

ہر رہائی سے اب رہا کر دے

روز کا فیصلہ اذیت ہے

آخری بار فیصلہ کر دے

ابتدا ہے یہی تغافل کی

بس توجہ کی انتہا کر دے

زین کیوں ساتھ رکھ لیا ہے اُسے؟

جو جد اہو گیا، جد اکر دے



راگیمر را نجھیا

میرے پیر، را نجھیا

روح تیرے بن ہوئی

لیر لیر را نجھیا

آکہ میرا د کھٹلے

با ضمیر را نجھیا

میں غلام، جو گیا

میں اسیر، رانجھیا

میں تراہدف سہی

مارتیز رانجھیا

ہاتھ کیوں چھڑالیا؟

دشمنیز رانجھیا

قلب میں مقیم ہے

غم کبیر رانجھیا

عشق فرض! عشق اٹل

اے فقیر را نجھیا

زخم گن نہیں سکی

تیری ہیر را نجھیا



کھیل ہو اکچھ ایسا جس میں جیت ہوئی نامات

سینے ساتھ لگا بیٹھے ہم ایسے ہی صدمات

چاند کسی کا، چاند کہیں کا، چاند کی چتنا چھوڑ

رورو کیوں ہلاکاں ہوئی ہے، ہم سے کر لے بات

عشق ہڈوں میں بس جاوے تو کیا کالا؟ کیا نیل؟

بجگ روشن، نیناں روشن، روشن پیغم کی ذات

دیواروں سی شکل بنائی، تو نے کر کر بین

ناروں کو جاد کیھی اور ناد کیھے دن رات

اتنے میں بھی خوش ہوں اُس نے بات تو کی مجھ سے

اتنا ہی کافی ہے اُس نے پوچھ لیے حالات

بجگ سے کٹ کر لگ جاتا ہے بات پہ اپنا دھیان

باتوں میں جب لے آتے ہیں لوگ تمہاری بات

تیری آنکھ کے آنسو آگے، سارے دریا یہج

تیری آنکھیں جھیل سی آنکھیں؟ جھیل کی کیا وقت



دل عجب ہے کہ یہ ہر اُس کا گلہ چاہتا ہے

جو کوئی شخص مجھے تیرے سوا چاہتا ہے

میں تو راضی بہ رضا ہوں، مجھے مت پوچھ کہ اب

میں وہی چاہتا ہوں، جو بھی خدا چاہتا ہے

کوئی لب ہیں جو مجھے مانگ رہے ہیں رب سے

کوئی تو ہے جو مجھے مثل و فاچاہتا ہے

تیرے آکتا تے ہوئے لمس سے محسوس ہوا

اب بچھڑنے کا ترے وقت ہوا چاہتا ہے

ہم پھرستے سے بگوں میں مٹھائی بانٹیں

شکر ہے ایسے میں کچھ تو نبایا چاہتا ہے

اجنبیت ترے بجے کی پتادیتی ہے

تو خفایہ تو نہیں، ہونا خفا چاہتا ہے

ایسا نادم ہے معافی کا طلبگار نہیں

اب تو آجائے ترا دوست سزا چاہتا ہے

میری تہمت نہ لگے تجھ پہ سو میں دور ہوا

مجھ سے بڑھ کر ترا اب کون، بھلا چاہتا ہے

میں کہ خود کو بھی کوئی فیض کبھی دے نہ سکا

اور تو ہے کہ فقط مجھ سے صلح چاہتا ہے

تو مجھے روز ملے، ملتا رہے، ملتا رہے

میں کہوں یانہ کہوں، دل تو مر اچاہتا ہے

یہ تجھے وقت بتا دے گا ذرا صبر تو کر

دوستا! کون بھلا، کون بر اچاہتا ہے

اے مرے دکھ! اے مری زیست میں حائل مرے دکھ

آج تو کھل کے بتا دے مجھے کیا چاہتا ہے؟

ٹو تو مجھ طالبِ غم شنس پہ حیران نہ ہو

دل بڑا ہے ناں سو یہ غم بھی بڑا چاہتا ہے

سب کہیں، ہم نے تجھے چاہا، تو دیکھے مری سمت

اور اشارے سے کہے، سب سے جد چاہتا ہے

اے نجف والے! ترے زین کا دم گھٹتا ہے

بادشاہ! ترے گوچے کی ہوا چاہتا ہے



درد کی اوٹ میں پکلوں کو جھکا کر رونا

رو نے والوں کو بہر طور ہنسا کر رونا

بانٹنے درد پھر آ جائیں گے جھوکے سارے

تم ہو اؤں کو مر انام بتا کر رونا

لوگ لے لے کے مراثام تائیں گے تمہیں

اس لیے تم کوئی تمہید بنا کر رونا

آنے والا نہ نمی دیکھ کے واپس پلٹے

اپنی آنکھوں کو بھی راہوں سے اٹھا کر رونا

کوئی بھی درد ادھر سے نہ ادھر ہو پائے

آنسوؤں کی کوئی ترتیب لگا کر رونا

لوگ ہر بار ہنسی میں ہی اڑاڈا لیں گے

تم کبھی حال نہ اوروں کو سنائے کر رونا

ایسے تھائی میں رو رو نہ گنوانا خود کو

میں جو آجاوں تو سینے سے لگا کر رونا

بس پرندوں کو سنادینا غموں کے نوحے

یوں سر شام مرا سوگ منا کر رونا

زین اک یہ بھی ہے نیندوں سے تعلق کا سبب

ایک ہی شخص کو خوابوں میں بلا کر رونا



روشنی تیری خیر ہو، پوچھ لے حال روشنی

! دیکھ ہماری فکر میں، تیرا ہے کال روشنی

تر ساتھے جو عمر بھر، ڈھونڈنا کیا کہ اب اُسے

! تیرہ شبی نگل گئی، اب کیا ملال؟ روشنی

سوق ہی مر گئی جہاں، ایسوں کو پھر طلب کہاں؟

ایسے گنگر میں ہے ترا، رہنا محال روشنی

ساتھ ترے، سجن مرے! کچھ بھی ہو سب بھلا لے

ورنہ تو سب برا لے، لا گے و بال روشنی

نکلی تھی اضطراب میں، تھی وہ بڑے عذاب میں

صحن میں تیرے آہوئی، ساری نہال روشنی

حرفوں کو جوڑا سم دے، شبدوں کو اُس کا جسم دے

اُس کو پھر ایسے کردا، لب سے نکال روشنی

آتے ہی تیرے صاحبا، اپنا جہاں دمک اٹھا

روٹھی رہی ہمارے ساتھ، کتنے ہی سال روشنی

جب سے وہ دیپ بجھ گیا اپنا نصیب بجھ گیا

پھرتی ہے یو نہی دربہ درتب سے نڈھال روشنی

آنکھیں اندھیر ہو گئیں اُف نہیں کی زبان سے

دیکھ لے ہم نے سہہ لیا، تیر اجلال، روشنی

دے دے مجھے سراغِ من، آج تو جل چراغِ من

تیر اجمال منفرد، تیری کمال روشنی

تیری سفید فکر کو، داغ کہیں نہ آ لگیں

دُھنڈ مزانج لوگ ہیں، تھوڑی اچھاں روشنی

جیسے میں چل رہا ہوں دیکھ! ایسے ہی میرے ساتھ چل

جیسے ملا رہی ہے نال، تال سے تال، روشنی

حسن کی ایسی بھالگی، اُس کو کوئی دعا لگی

نین اُسی کے دیپ ہیں، اُس کے ہیں گال روشنی

من میں ہمارے یار نے، نور کچھ ایسا بھر دیا

یار کی روشنی لگے، صرف حلال روشنی

مجھ سے اسیر شام کو صرف اندھیرے راس ہیں

میں تو سیاہ بخت ہوں، تو ہی سنہمال روشنی

غرق تھا اُس کی یاد میں، ایک دیا جلا لیا

ایسے ہی آگ کا مجھے، تیر اخیال، روشنی!

بر سوں کے بعد مل کے بھی، دونوں بدل سکے نہیں

اُس کا سوال! ”بجھ گئے؟“، میرا سوال، روشنی؟

ذکر مر انکل پڑا، لوگوں کو کیا پتا مرا

لوگوں کو چھوڑ ٹوڑا، تھوڑی سی ڈال روشنی

راہِ الام میں اک مر، سایہ ہی تھار فیق بس

وہ بھی کہیں بچھڑ گیا، کردے بحال روشنی

دونوں کے معنی اس طرح ہم پر کھلے ہیں زین جی

اُس کا فراق تیرگی، اُس کا وصال روشنی



یار ہی چار سو دکھائی دے  
عشق جب سر خود کھائی دے

ہم کو حکم گریز تھا جس سے  
بس وہی کوبہ گود کھائی دے

آپ کے لفظ منظروں جیسے  
آپ کی گفتگو دکھائی دے  
اجنبیں، آسمان، زمین، حجاب  
سب ہٹے اور تو دکھائی دے

صد پوں پہلے وہ جیسا دکھتا تھا

آج بھی ہوبہ نو دکھائی دے

سیدا! اک تر امدینہ ہے

صاحبا! ایک ٹو دکھائی دے

آن ٹو ہم کلام ہو کہ ہمیں

لچہرے مغلبود کھائی دے

یاد رکنا وہ کام آئے گا

جو تمہیں فال تو دکھائی دے

آئینہ بھی تر اس گانکلا

خود کو دیکھوں تو تُود کھائی دے

و جد اتر اہے روح پر اپنی

حق د کھائی دے، ٹھوڈ کھائی دے

جو نہیں ہے ابھی یہاں موجود

وہ مجھے رو بہ رو د کھائی دے

زین، روشن تمام چہروں میں

ایک ہی ماہ رو د کھائی دے



آنھوں کی دسٹرس میں کبھی آدکھائی دے

دنیا ہو مسٹر د، تراچرہ د کھائی دے

اس حال میں بھی اب اسے جی بھر کے دیکھ لون

جانے وہ شخص بعد میں کیسا د کھائی دے

میری نگاہ پر وہ نگاہِ کرم ہوئی

درجو بھی بند تھا وہ مجھے واد کھائی دے

اُس کے گناہ نے تو اسے معتبر کیا

سب کو مر اہی جرم کبیرہ د کھائی دے

تیری چک نہ ماند پڑے صرف اس لیے

جتنا تجھے کہا ہے بس اُتناد کھائی دے

گوشہ نشین شخص! تری ہر جھلک کی خیر

عالم ترس رہے ہیں انہیں جا! دکھائی دے

میں نے کوئی چراغ بھی روشن نہیں کیا

میں چاہتا نہیں کوئی تم ساد کھائی دے

اب کس طرح بتائیں کہ کیسا د کھائی دے؟

دکھنے کا حق ادا ہو وہ ایسا د کھائی دے

پچھے نور کا حباب نہیں نور کے سوا

رہ کر حباب میں بھی وہ سارا د کھائی دے

لچہ حسین شخص کا منظر سے کم نہیں

قصہ کرے بیان تو قصہ دکھائی دے

میں نے دکھا کے زخم اسے کیا غلط کیا؟

وہ چاہتا یہی تھا تما شاد کھائی دے

مجھ پر نہیں یقین تو کربل سے جا کے پوچھ

کون و مکاں کو ایک ہی سجدہ دکھائی دے

اندر کی آنکھ سے بھی کبھی اس کی سمت دیکھ

وہ شخص رورہا ہے جو ہنستا دکھائی دے

خصلت میں اس کی صرف یہی ایک نقص ہے

اس کا ہی وہ سگانہ نہیں جس کا دکھائی دے

تو کہونہ جائے اب کے یہی ایک خوف ہے  
دیکھ اک دلیر شخص بھی ڈرتا دکھائی دے

صرخ انور د شخص کی ضد بھی عجیب ہے  
دریا اگر دکھے بھی تو پیاسا دکھائی دے

ہر درد احترام سے لیتا ہے تیر انام  
ہر ایک رنج تیر اشنا ساد کھائی دے

تعییر تو بتائے کوئی، روز خواب میں  
ہم کو ہماری قبر کا لتبہ دکھائی دے

تم نے خیال سے بھی تعلق رکھا نہیں

تم سوچتے نہیں ہو تمہیں کیا دکھائی دے؟

وہ شخص ہم کلام ہوا تب پتا چلا

اتنا داس ہے نہیں، جتنا دکھائی دے

آنکھیں بھی زین شر کر کبھی کرنے سکیں

بس اک دعا ہے ٹوہی ہمیشہ دکھائی دے



میں بھی اُسے فضول میں، کہتا رہا دکھائی دے

خود کو ہی دکھرا ہے جو، مجھ کو وہ کیا دکھائی دے؟

ایسا نہ ہو خدا کرے، دیکھے اگر کوئی ہمیں

ذات ہماری اُس سے، اُس کو جداد کھائی دے

یار مر اہے سو مجھے، علم ہے کھل اٹھے گا وہ

اُس کی ہتھیلی چومنا، جب بھی خفا د کھائی دے

تیری عجیب خلوتیں، تیری عجیب جلوتیں

دیکھوں کُجا ترے لیے، اور تو کُجا د کھائی دے

شمس و قمر فدا کیے، تارے سمجھی چھپا دیے

سارے دیے، بجہاد یے، آنکھیں اٹھاد کھائی دے

کوئی بھی اس جہان میں، ایسا تو با وفا نہیں

یار ہے وہ، خدا نہیں، اُس میں خدا دکھائی دے

جیسا بھی ہے نصیب ہے، یار کی ضد عجیب ہے  
میں جو بُجھاد کھائی دوں، تو بھی بُجھاد کھائی دے

پھونک دیا ہے عشق نے، ایسا طسم، اب مجھے  
تیرا دکھانائی دے، تیر اکھاد کھائی دے

ہر سو مجالِ یار کی، پھیلی ہوتی ہے روشنی  
دیکھوں اسے جو دور سے، جلتا دیاد کھائی دے

ساؤن، سحابِ جانِ جاں، تجھ کو یہاں ترس گئے  
ابر نہیں برس رہے، ساؤن ہے آد کھائی دے

ماضی مرا کرید مت، مااضی ہر ابھر انہیں

مڑ کے کبھی جو دیکھ لوں، اک بے وفاد کھانی دے

تیر اہی دھیان لے گیا، لوگوں سے دور، اور دور

کوئی بھی شخص اب کہاں؟ تیرے سوا دکھانی دے

آج جب اُس کے سامنے، دستِ طلب بڑھا دیا

”میں نے کہا عطا کرو، اُس نے کہا“ دکھانی دے

میں نے کہا، بصارتیں، میرا وجود کھا گئیں

”پھر یہ کہا کہ کیا کروں؟ اُس نے کہا“ دکھانی دے

ہجڑ کی رات ڈھل گئی، درد کی نُخوب دل گئی

بات کہاں نکل گئی، اب بنداد کھائی دے

کچھ بھی مجھے بُرالے، اُس کو یہ جب پتا لے

میرے گلے سے آگے، کچھ نہ بُراد کھائی دے

تیری نگاہِ مست سے، دیکھ بہک گیا ہے زین

ٹوہی یہ چاہتا تھا نا، بہکا ہوا د کھائی دے



اذیتوں میں کوئی آسراد کھائی دے

مرے نصیب! مرے گمشدہ! د کھائی دے!

بدن پے اوڑھے ہوئے پھر رہا ہے کتنے فریب

وہ کچھ نہیں ہے مگر کیا سے کیا دکھائی دے

کسی کا بھر لگے مجھ کو مثل امن و اماں

کسی کا وصل مجھے سانحہ دکھائی دے

وہ اپنے شام و سحر اس جگہ لٹاتا ہے

اُسے ذرا سا جہاں فائدہ دکھائی دے

میں تھک چکا اے مرے دکھ! تجھے چھپاتے ہوئے

! جسے بھی دینا ہے اب ٹونے، جاد دکھائی دے

وہ جس کی عمر ترا صبر مانگتے گزرنی

تجھے وہ مرتے ہوئے کیوں بھلا دکھائی دے

اسے بھی خود سے شکایت سی ہے کوئی شاید

کہ وہ جہاں بھی دکھے! بس خفاد کھائی دے

اسی کے سامنے ہی ڈھونڈنے لگا ہوں اُسے

میں اُس سے کہہ بھی نہیں پارتا، دکھائی دے

یہ کیا طسم ہے، آنکھیں سنائی دیں اُس کی

نظر اٹھاؤں تو اس کا کہاڈ کھائی دے

اے میری ذات کا ہر عیب پھولنے والے

خدا کرے تجھے میری وفاد کھائی دے

ہماری آنکھ میں اے دوست، اپنا آپ اگر

نبیں دکھاتو تجھے اور کیا دکھائی دے

بھی تو دکھے، ضرورت سے پاس آتا ہے

ہمارا پیار تجھے کونسا دکھائی دے

وہ روپڑے تو لگے کائنات ڈوب گئی

وہ مسکراتے تو ہر سو خدا دکھائی دے

وہ لفڑا کرے لفڑوں سے روشنی نکلے

دعا کو باتھ اخھائے، دعا دکھائی دے

میں اس کا نام جلوں، منزلیں نظر آئیں

میں اس کو یاد کروں، راستہ دکھائی دے

تو اپنے ہونے کو ہونا سمجھ رہا ہے ابھی

فنا کو اور ٹھجھے بھی بقاد کھائی دے

اے آئینے میں کھڑے شخص! کس زبان میں کہوں؟

ٹچھے سنائی نہیں دے رہا؟ دکھائی دے!

یہ روشنی بھی مجھے تیرگی ہے تیرے بن

حسین شخص! کہاں ہے؟ ذرا دکھائی دے

تم اُس کو زین سمجھ کر گلے لگالینا

اگر کہیں بھی کوئی غمزدہ دکھائی دے



جو کبھی بھی نہیں رہا ناراض

آج وہ بھی مجھے لگا ناراض

سارے عالم میں بانٹ کر خوشیاں

وہ مجھے کرنے آگئی ناراض

میں بہت دیر گڑ گڑ اتارہا

اور وہ اور ہو گئی ناراض

میں نے پوچھا کہ نیند کیسی ہے؟

اُس نے ہولے سے کہہ دیا ناراض

اب مجھے کیا کوئی منائے گا

اب تو میں خود سے ہو چکا ناراض

ہاتھ اٹھا کر میں شبد بھول گیا

پھر تو ایسی ہوئی دعا ناراض

جو کوئی خوش ہوا، ہوا تم سے

جو ہوا مجھ سے ہی ہوا ناراض

مان جائے تو ملنے لگتا ہے

خواب میں پھر جد اجد اناراض

وہ بھی سوچ کر ستاتا ہے

اس نے ہونا ہے کون ساناراض

اس کو زندہ دلی کہو گے تم؟

دل کسی سے نبیں رہنا راض

شاید عادت ہی ایسی ہو اس کی

وہ جو رہتا ہے بس خفا، ناراض

کیسے کہہ دوں کہ مجھ سے دور رہے

کیسے کر دوں اسے بھلاناراض؟

وہ خدا تو نبیں کہ نفل پڑھوں

میں نے اک شخص کر دیا ناراض

ایک مَنَّت تھی، بجھ گئی آخر

اب ہے در گاہ سے دیانا راض

میں غبارِ نجف ہوں اے دنیا!

دھیان کر! میں اگر ہو انارض

مجھ سے حضرت علیؑ نے پوچھنا ہے

”زین! کس نے تجھے کیانا راض؟“



اپنے اندر سب ہے لیکن ہے فقد ان کسی کا

غم اپنا مہمان ہوا ہے، تھامہ مہمان کسی کا

آج کسی کی پاتوں سے خوشبو ناراض گلی ہے

آج لگا ہے جانے کیوں ابھر ان جان کسی کا

آج زمانے بعد پلٹ کر اس حیرت میں گم ہوں

آج نہیں دیکھا میں نے چہرہ حیران کسی کا

جان چکا ہوں، ٹوٹے تو پھر کتنا دکھ دیتا ہے

سوچ لیا ہے یاد نہیں رکھنا پیان کسی کا

ہو بھی سکتا ہے اُس کو یاد آ جاتی ہو میری

جب بھی وہ تک لیتا ہو چہرہ بے جان کسی کا

اُس کا اپنا ہوتا تو بھی بات سمجھ میں آتی

وہ تو کر بیٹھا ہے مجھ کو غم بھی دان، کسی کا

اپنا آپ گنو اکر جانے کیا سے کیا ہو بیٹھے

جس دن سے ہم دیوانے رکھ بیٹھے دھیان کسی کا

بن جانے، بن سوچے سمجھے کیوں اڑام لگانے؟

یونہی نام نہیں لے لیتے، میری جان! کسی کا

مرگ کسی کی ہو، لگتا ہے اپنی مرگ ہوئی ہے

لیکن مسجد میں ہو جاتا ہے اعلان کسی کا

وہ لڑکی جو بس غالب کی غزل میں ہی پڑھتی تھی

آج اسی کے ہاتھ میں دیکھا ہے دیوان کسی کا

پیار کسی سے ہو جائے تو عقل کہاں بھاتی ہے

زین سیانا گلتا ہے بس دل نادان کسی کا



ارفع ہوتے مست کا یہ دست، انا المست

مستی میں تری وقف ہو یہ ہست، انا المست

یوں تیری بلندی میں ہوا جذب نقیرا

گلتا ہے مجھے سارا جہاں پست، انا المست

آنکھوں پر کسی چشم پر یثاب کا فسول ہے

سینے میں کوئی ایسا ہے پیوست، انا المست

پڑھتی ہیں درود اس رُخ روشن پر یہ آنکھیں

دل جس کے سبب بجگ سے ہوا راست، انا المست

مستوں کو کہاں کون و مکاں سے کوئی مطلب

ہیں مست یہاں مست، وہاں مست، انا المست

بس ایک تری گوشہ شینی پر حسین شخص

ایں روح و دل زین فدا است، انا المست



ناصر کا ظھی صاحب کی یاد میں

وہ لوگ زخم کھانے والے کیا ہوئے؟

اور ان پر مسکراتے والے کیا ہوئے؟

یہ نیند کن کوڈھونڈنے چلی گئی؟

وہ خواب میں نہ آنے والے کیا ہوئے؟

تمام زخم وقت بھر گیا مگر

لگا کے زخم جانے والے کیا ہوئے؟

ہمارے ہاتھ ظلم روکتے نہیں

وہ ہاتھ کو کٹانے والے کیا ہوئے

اُسے نہیں جو یاد، اُن کا کیا بننا؟

اور اُس کو یاد آنے والے کیا ہوئے؟

وہ شخص حق پر تھا؟ سوال یہ نہیں

کہو کہ آزمانے والے کیا ہوئے؟

یہ تو تو اپنے آپ کا بھی ہے نہیں

تو یہ سبھی زمانے والے کیا ہوئے؟

یہ ناشناسِ تدریوصل کون ہیں؟

وہ بھر کو منانے والے کیا ہوئے؟

ہمارے بعد زین کون خوش رہا؟

ہمارا جی جلانے والے کیا ہوئے؟



ڈکھنے کہیں نہ جانا ہے؟ جانا تو چاہیے

کیا اُس نے لوٹ آنا ہے؟ آنا تو چاہیے

مشکل پڑے تو نادِ علیٰ پڑھ لیا کرو

جو حل کرے ہے اُس کو بلانا تو چاہیے

تھکپو خود اپنے درد کو دو خود ہی لوریاں

سوئے نہ سوئے پھر بھی سلانا تو چاہیے

بس دکھ ہی اک پرانا ہے باقی نیا ہوں میں

اب کچھ نہ کچھ تمہیں بھی پرانا تو چاہیے

وہ تھک چکا ہے ڈھوتے ہوئے اب غموں کا بار

مجھ کو اب اُس کا بوجھ اٹھانا تو چاہیے

! کہتی ہے، ہاں ضروری ہیں مجھ سے تمہارے کام

اب اُس کو روٹھنے کا بہانہ تو چاہیے

تم مت نجما و عہد کوئی مسئلہ نہیں

ولیے ہی کہہ رہا ہوں نبھانا تو چاہیے

وہ جانتا ہے، پھر بھی اُسے ایک بار زین

تم اُس کے ہوچکے ہو ” بتانا تو چاہیے ”



شہر دل سے گریز پاہے کوئی

اُس سے اب بھی نہیں گلہ ہے کوئی

جان کر آپ کیا کریں گے جلا؟

آپ کو کیا بتاؤں کیا ہے کوئی

میری ہر بات یاد رکھتا ہے

اپنی ہر بات بھولتا ہے کوئی

ہاں مرے دوست میرے جیسے نہیں

کیا تمہیں زہر لگ رہا ہے کوئی؟

کیا کبھی سوچ کر بھی دیکھا ہے؟

رات دن تجھ کو سوچتا ہے کوئی

چائے کا ذائقہ نہیں آتا

کچھ دنوں سے خناختا ہے کوئی

ہر کوئی شخص خوش ہوا مجھ سے

یعنی ہر شخص کو گلمہ ہے کوئی

یار اُسے بھی جواب دینے دو

اُس سے پوچھوں تو بولتا ہے کوئی

ایسے میری بھی ایک ہے مولا

جیسے ہر ایک کی دعا ہے کوئی

میں فقط چپ سن رہا ہوں اور

کس سلیقے سے سن رہا ہے کوئی

زین سب کچھ ہی تھا تمہارے لیے؟

اب بتانے کا فائدہ ہے کوئی؟



دکھ بھی گلے مجھے ہی لگانے سے چپ ہوا

غم بھی تو میرا ہاتھ بٹانے سے چپ ہوا

دیوار و در کے سور سے کٹنے لگا وجود

میرا مکان گریہ مٹانے سے چپ ہوا

اک آہ جو ہنسی میں کہیں دور جائی

اک درد تھا جو رو نے رلانے سے چپ ہوا

لوگوں نے ایسے ایسے دلائے دیے اُسے

لیکن وہ شخص بس میرے آنے سے چپ ہوا

میں اس سے آنسو دیں کا سبب پوچھتی نہ لوں

چپ تو ہوا ہے چاہے بہانے سے چپ ہوا

روٹھا تو اس نے رونے کی قائم مثال کی

مانا نہیں مگر وہ منانے سے چپ ہوا

ستا بھی کون میرے سوا اس کا شور و غل

آخر وہ شخص مجھ کو گنو انے سے چپ ہوا



دیدہ ضبط بھی نہلا یا ہوا رہنے لگا

کچھ ہے سینے میں جو پچھتا یا ہوا رہنے لگا

عام آشوب نہیں اب کے وہی حسن و جمال

چاند کا چاند بھی گہنا یا ہوا رہنے لگا

خوشبوؤں والے کوئی خوشبو کا تعویذ تو دے

میرا اک پھول تھامر جھایا ہوا رہنے لگا

اب مرے چہرے کی پہچان کوئی کیسے کرے؟

جب تری آنکھ میں دھندا یا ہوا رہنے لگا

پھر گلے پڑھی گئی زین محبت اُس کے

طمینان شخص تھا کہ برا ایسا ہوا رہنے لگا



دنیاداری ساتھ ہی لے کر لوٹ آئے ہو

باہر رہنے والے، اندر لوٹ آئے ہو

اندر کے طوفان سے کیسے لڑ پاوے گے؟

باہر سے جب اتنا ڈر کر لوٹ آئے ہو

اُس کو خوش رہنے کا گر بھی بتلا آتے

جس کو خوش رہنے کا کہہ کر لوٹ آئے ہو

چھوڑ کے جانے والوں کی بھی کیا غلطی تھی

اچھا ہے تم اپنے گھر لوٹ آئے ہو

میں تو زندہ لوگوں جیسا ہی دکھتا ہوں

تم کس کے مرنے کا سُن کر لوٹ آئے ہو

زین بھی اک پچھتاوے پر پچھتاوا ہے

کس کی راہ میں آنکھیں رکھ کر لوٹ آئے ہو



سوال یہ نہیں کہ وہ پکار کیوں نہیں رہا

سوال ہے کہ اُس کو اعتبار کیوں نہیں رہا؟

یہ کون اردو گرد نفترتوں کے جاں بُن گیا؟

ہمارے آس پاس تیر اپیار کیوں نہیں رہا؟

کسے بتاؤں انتظارِ موت بھی نہیں مجھے

کسے بتاؤں زندگی گزار کیوں نہیں رہا

وہ سب کے سب گلے کہو کہاں پہ بھول آئے ہو؟

تمہاری آنکھ میں وہ انتظار کیوں نہیں رہا؟

چمک ہے مال وزر کی، جیسے گرد ہے جمی ہوتی

یہاں کسی بھی سوچ پر نکھار کیوں نہیں رہا؟

اک اُس کا ہاتھ ہے جو ہر بگڑ کا علاج ہے

بگڑ چکا ہوں میں، وہ اب سنوار کیوں نہیں رہا؟

ہماری سانس تھم پچی ہے، یاد اُسے دلائیے

لٹک رہے ہیں، دار سے اتار کیوں نہیں رہا؟

یہ کیسی بچکا ہشیں ہیں؟ کیسار کر کھاؤ ہے؟

اب اُس کا عشق زین بے مہار کیوں نہیں رہا؟



پلٹ آئی ہے رسوانی ہماری

نہیں کام آئی دانای ہماری

نہیں ہے اب تمہارا بھی تصور

بہت تھا ہے، تھائی ہماری

شنا ہے روپڑی تھی ہنسنے ہنسنے

شنا ہے تم کو یاد آئی ہماری

سمندر مان تو بیٹھا وہ ہم کو

مگر سمجھانے گہر آئی ہماری

بتا! کم پڑ گئے تھے ابر مولا؟

بتا! کیوں آنکھ برسائی ہماری؟

تجھے بس اپنے پھولوں کی پڑی ہے

یہاں جو شکل مر جھائی ہماری؟

تیرے دربار کے ہوں دیپ روشن

بس اب ہو جائے شنوائی ہماری

تمہاری راہ کی بربادیوں میں

ہمیں قسمت ہی لے آئی ہماری

ہواں ان فضاؤں نے بھی ٹم تک

نہیں آواز پہنچائی ہماری

بس اک لڑکی، یہ دنیا، دھن اور ان میں

بس اک لڑکی ہی کھلا کی ہماری

بھلا ہوزین اُس پاگل کا جس نے

بھیں ہی بات سمجھائی ہماری



بھلے جس کی زبانی بولتی ہے

کہانی ٹن، کہانی بولتی ہے

کہاں تک وہ بھی میرا دکھ سمجھتی

جو اشکوں کو بھی پانی بولتی ہے

ٹوان گلیوں میں کیا سننے کو آیا؟

یہاں بس رایگانی بولتی ہے

وہی تو سب ہیں تیرے جانی دشمن

جن خیں ٹو صرف جانی بولتی ہے

گنوادو گے مجھے تم اُس کے غم میں

مجھے میری جوانی بولتی ہے

یقین سارے ترے لجھ میں چُپ ہیں

مگر اک بدگانی بولتی ہے

مرے سامان کی خاموشیوں میں

فقط اُس کی نشانی بولتی ہے



وہ کاٹوں پہ ہنستی تھی، پتوں کوروتی تھی، خوشبود اچاہتی تھی

ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا ہے وہ پھولوں سے کیا چاہتی تھی

نہیں جانتا اُس کے نزدیک یہ بارشیں، راستے، پڑ کیا تھے؟

مجھے اُس کے بارے میں بس یہ بتا ہے وہ مجھ کو بڑا چاہتی تھی

سبھی رنج و غم اس کے نزدیک آنے سے پہلے ہی رستہ بدل لیں

یہی چاہتا تھا میں اُس کے لیے پر نہ جانے وہ کیا چاہتی تھی

نصیبوں کی ماری پہ بس ایک دُر چھوڑ کر سارے دُر کھل گئے تھے

وہی ایک در تھا وہ جس کو ہمیشہ ہمیشہ کھلا، چاہتی تھی

مجھے اُس فقیرن کی آنکھوں سے نکلی دعائے سنبھالا ہے اب تک

وہی مجھ کو میلی کچلی سی دُنیا میں، سچا کھر اچاہتی تھی



ہنسنے رہے اور نیر بھا کر ہنسنے رہے

پاگل تھے ناں زخم بھی کھا کر ہنسنے رہے

"پہلا دکھ ہے" وہ بھی نہ رویا بچھڑتے وقت

دو جا، ہم بھی ہاتھ ہلا کر ہنسنے رہے

اول تو یہاں بانٹنے دکھ کوئی آتا نہیں

آپ آئے اور آپ بھی آکر ہنسنے رہے



بaba ساغر صدیقی کی یاد میں

ہے دعا یاد مگر حرفِ دعا یاد نہیں

خیر آپ اپنی کہیں، آپ کو کیا یاد نہیں؟

اُن فقیروں کی فقیری پہ بھی شک رہتا ہے

جن فقیروں کو ترے دار کی ہوا یاد نہیں

ایک بس تم ہی نہیں بھول سکے، ورنہ ہمیں

سانحہ گزرائے جتنا بھی بڑا، یاد نہیں

جو سزا کاٹ رہا ہوں وہ مری تھی ہی نہیں

جس کا مجرم ہوں اُسے جرم مرایاد نہیں

ایک ہی بات تھی، اک بات پہ دل اتنا دکھا

اور جس بات پہ دل اتنا ذکھا، یاد نہیں

اتنے بخوبی لے نہ بنیں شکوہ کریں، کچھ تو کہیں

زین جی! آپ کو اب ایسا بھی کیا یاد نہیں



لب نہیں، جسم نہیں، رنگِ حیا چوتے تھے

ہم تری دی ہوئی ہر ایک صد اچوتے تھے

یہ نہیں دیکھتے تھے لکھا ہے کیا؟ کس کے لیے؟

بس ترے ہاتھ کا سب لکھا ہوا چوتے تھے

اُس کو سلیخاتے تھے اجھن جو ترے ہاتھ میں تھی

کب مرے ہونٹ بھلار گنگِ حنا پوچتے تھے

مُشتمل مانتے تھے ہم تری خوشیوں کے لیے

ایک درگاہ کی چوکھٹ کا دیا پوچتے تھے

جب تمہیں علم تھا یہ جسم کسی اور کا ہے

پھر مجھے کون سی شوخی میں بڑاچھتے تھے؟

آج بھی اُس کے گلے لکھے ہیں ان ہنوں سے

جب گلہ کرتا تھا ہم اُس کا گلہ چوتے تھے

زین آتے تھے دعاوں کے قریب اُس کو

ہاتھ اٹھاتا تو فرشتے بھی دعا پوچتے تھے



یار! تو میرا اگر یار نہ ہو کچھ بھی نہ ہو

اور جو تیر اطلب گار نہ ہو کچھ بھی نہ ہو

میں تو ہر شخص کے اپنے کے لیے سوچتا ہوں

یار ہو چاہے مریا یار نہ ہو کچھ بھی نہ ہو

میں تو سب کھو بھی چکا، ہنس بھی چکا، رو بھی چکا

اب کوئی میر اطرافدار نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو

لامکانی ہو بپا اب مرے رونے کے سے

گھر نہ ہو، در نہ ہو، دیوار نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو

غم نہیں، تم نہیں، امید نہیں، کچھ بھی نہیں

اب کوئی موں و غم خوار نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو

اُس نے پھر ہاتھ چھڑاتے ہوئے بس اتنا کہا

آج کے بعد تمہیں پیار نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو

اب کے خواہش کا جنازہ ہی اٹھے زین شکیل

اب یہ دل خوش نہ ہو، بیز ارنہ ہو، کچھ بھی نہ ہو



ہمارے بارے میں سب کو بتا کے کیا گئے تھے؟

کہ لوگ ہاتھ میں خبرا ٹھاکے آگئے تھے

بس اک نقیر کی آنکھوں نے تھام رکھا ہے

ہم اس لیے ہی توہر دکھ میں مسکرا گئے تھے

میں کوئی بات بھی کرتا تو کر بھی کیا لیتا

مرے تو لفظ ترے چُپ سے ہونٹ کھا گئے تھے

تمہیں پتہ بھی ہے کیسے یتیم رو تارہ؟

تم اُس کو دے کے بڑی عمر کی دعا گئے تھے

علیٰ کے سامنے میں تھا ورنہ ان سے بچتا کہاں

تمہارے زین پہ جتنے عذاب آگئے تھے



ترے فراق میں، آئے تھے جو وصال کے دن

ہیں مدتیں سے کہیں لاپتہ کمال کے دن

بلندیوں پر گلے سے ہمیں لگاتا رہا

پھر ایک شخص کہیں کھو گیا زوال کے دن

مری دعا ہے رہیں سبز ہی ترے موسم

خدا کبھی نہ دکھائے تجھے ملال کے دن

یہ عمر بھر کی ریاضت بھی کام آنہ سکی

جواب دے نہ سکا میں کسی سوال کے دن

تصورات کی راتوں میں سوگ برپا ہے

کہیں تو قتل ہوئے ہیں مرے خیال کے دن

یہ جانتا ہوں کہ ممکن نہیں، وہ لوٹ آئے

گزارتا ہوں مگر زین احتمال کے دن



مجھے خبر ہے کہ تو مجھ سے بے خبر نہیں ہے

اسی لیے تو مجھے راستوں کا ڈر نہیں ہے

ترے بغیر مرے دن گزر نہیں رہے ہیں

ٹو جانتا ہے؟ مری رات مختصر نہیں ہے

میں اُس کے دل میں اسی ڈر کے ساتھ رہتا ہوں

یہ میرا گھر ہے مگر میرے نام پر نہیں ہے

اب اُس کے عیب کہاں تک بتاؤ گے ہم کو  
ہمارے دل پر کسی بات کا اثر نہیں ہے

میں روتے وقت کسی کے گلے سے کیا لگتا  
تمہارے جیسا کوئی ایک بھی ادھر نہیں ہے

بھلے عذاب ہی کبھی جو نہیں ہے شکوہ کوئی  
تمہارا زین کسی شکھ کا منتظر نہیں ہے



خیالِ یار کو مَن میں بٹھا کے چائے پی  
ذراساروئے، ذرا مسکرا کے چائے پی

یہ دونوں ذائقے چکھے تھے ایک ٹیبل پر

رلایا پہلے اُسے پھر ہنسا کے چائے پی

کسی کا خوب تو نہیں پیتے چائے پیتے ہیں

ہمارے ساتھ کبھی بیٹھ آ کے چائے پی

وہاں جو پیتے تو یادیں عذاب بن جاتیں

سواس کے شہر سے کچھ دور جا کے چائے پی

" یہ دوہی کام کیے ایک "مجھ سے پیار کیا

" اور ایک اُس نے "بہت دل لگا کے چائے پی

چھڑنے والے کو کس کس طرح نہیں روکا

جو کچھ نہ بن سکا آخر بنا کے چائے پی

وہ برسوں بعد جو لوٹا تو ہم نے آنسو پیے

اور اُس نے زین بیہاں صرف، آکے چائے پی



اس کا، اُس کا، سب کا یار ہی نکلا ہے

تو بھی آخر دنیا دار ہی نکلا ہے

ماضی سے کچھ وعدے، چند سنہرے تج

جو کچھ نکلا ہے، بے کار ہی نکلا ہے

آج کسی کی یاد کو خیر آباد کہا

آج یہ آنسو آخری بار ہی نکلا ہے



پیارے سچے صاحب جی

نین تمہارے صاحب جی

دنیا کچھ بھی کہہ جائے؟

ایسے کیسے؟ صاحب جی

سرخ، سفید سے لوگوں کے

اندر کالے، صاحب جی

ایک اکیلا بادل ہے

کتاب سے؟ صاحب جی

لہجہ روغن کرڈالا

لفظ پرانے، صاحب جی

تہائی کے طعنے تھے

سننے والے، صاحب جی

ہم ہی ٹھہرے بس انساں

لوگ فرشتے، صاحب جی

ہم بھی کیا ہیں بس میں

آپ سنہرے، صاحب جی



پہلے درود پڑھ تو لوں، سب سے بڑے کی بات ہے

سخت اندھیری رات میں، جلتے دیے کی بات یے

میرے لکھے ہوئے میں اب، اپنا وجود ہونڈ مت

تو تو کبھی رُکا نہیں، ٹھہرے ہوئے کی بات ہے

لیتا ہے بس وہ میرا نام، کوئی اسے سنے بھی کیوں

سلجھے ہوئے لبوں پر اک، ابجھے ہوئے کی بات ہے

چاہے دیے کا ذکر کر، چاہے ہمارا نام لے

بات تو ایک ہی ہے دوست، بجھتے ہوئے کی بات ہے

خود کو بھگا کے لاوں گا، پاس ترے بٹھاؤں گا

روتے ہوئے سناوں گا، ہنستے ہوئے کی بات ہے



آنکھ کے نیر میں نہیں رہے ہم

غم کی تشبیہ میں نہیں رہے ہم

ہم اسے سانحہ سمجھتے ہیں

اپنی تصویر میں نہیں رہے ہم

خواب میں رکھ کے کیا کرو گے ہمیں؟

جبکہ تعبیر میں نہیں رہے ہم

کس کے آنسو یہاں تک آئے ہیں

کس کی تقدیر میں نہیں رہے ہم

اُس کے لکھے سے اٹھ چکا ہے اثر

جب سے تحریر میں نہیں رہے ہم

اس کا افسوس بھی ہمیں رہے گا

تیری زنجیر میں نہیں رہے ہم

اب بھی راجحابنے ہوئے ہیں مگر

قصہ ہیر میں نہیں رہے ہم

اُس نے چھوڑا کمان سے ہمیں زین

اور پھر تیر میں نہیں رہے ہم



سر و داشک کی تمثیل کو سمجھتے ہوئے

کسی کی آنکھ بند جھیل کو سمجھتے ہوئے

و گرنہ یاد کوئی دل میں کیا ٹھہرایا تی

بس ایک چھید ہوا کیل کو سمجھتے ہوئے

تمہارے لفظ یو نہی تو نہیں ادا کیے ہیں

تمہیں پڑھا ہے تو تریل کو سمجھتے ہوئے

اسی لیے تو تھادی ہیں سب مہاریں تمہیں

تمہارے ہاتھ کی تحریک کو سمجھتے ہوئے

پیام جو بھی ہے، جیسا بھی ہے، سر آنکھوں پر

قبول کر لیا تسلیم کو سمجھتے ہوئے

وہ شخص مجھ کو گلے سے لگا کے رونے لگا

خود اپنے حکم کی تعمیل کو سمجھتے ہوئے

تمہارا زین بہت ڈر گیا، اسی خاطر

بدل سکا نہیں، تبدیل کو سمجھتے ہوئے



جب بھی سنا ہے ان کے لبوں سے سزا کا نام

بے انتہا ہی نام رکھا انتہا کا نام

ہم نے تمہارے نام کے چرچے بہت سنے

لیکن سانہ شہر میں مہروفا کا نام

ہر رات تیرے نام کی تشیع کے لیے

لیتا ہوں میں تو اول و آخر خدا کا نام

یکخت اپنی ذات سے باطل جد ہوا

جب بھی بیوں پر آیا مرے کر بلا کا نام

جیسا بھی ہے نصیب مگر اک یقین ہے

اُس نے کہیں تو لکھا ہوا ہے جزا کا نام

تب جا کے ہو گازین ترا بھی کہیں شمار

مرشد علیٰ جو لیں گے کبھی تجھ گدا کا نام



جلائیں یا بچھے ہوئے کا غم کریں؟

چل اپنے اپنے فائدے کا غم کریں!

ہمیں یہ چاہیے تھاتیر اچھوڑ کر

بقایا ہر بُرے بھلے کا غم کریں

جو لوٹ آئے اُس کے سینے گلکے ہم

کسی پھر لگے ہوئے کا غم کریں

درست کرتے کرتے کر دیا غلط

اب اپنے سب کیے دھرے کا غم کریں؟

غزل بھی کیا کہیں کسی کے واسطے

کہاں ردیف قافیے کا غم کریں

ہم اپنے اور اُس کے نام کے دروں

لگے ہر ایک حاشیے کا غم کریں

سنا ہے آج کل وہ، زین آپ سے،

کٹے ہر ایک رابطہ کا غم کریں



تم جب بھی سننا وہ سنانے سے الگ ہو

اک ایسا فسانہ جو فسانے سے الگ ہو

سکنی نہ صد اب ہے نہ کوئی آہ ہے اس میں

رونا ہے کہ جواشک بہانے سے الگ ہو

کیا میرے سوا کوئی بھی خواہش نہیں باقی؟

تم سچ میں مری جان زمانے سے الگ ہو؟

اے یاد شدہ! اب نہ بھلانگیں گے تجھے ہم

کچھ ایسا کریں گے جو بھلانے سے الگ ہو

تم نے بھی مجھے زخم لگانا ہے، گالو

لیکن وہ الگنا جو پرانے سے الگ ہو

یہ ڈر ہے کہ تو اپنی ہی نظر وہ میں نہ گرجائے

ہونا ہے تو پھر مجھ سے بہانے سے الگ ہو

تم کچھ بھی کرو زین مگر دھیان میں رکھنا

وہ عہد نہ کرنا جو نجھانے سے الگ ہو



جو ٹوکہ تو سر عام تو نہیں ہو گی

یہ بات باعثِ الزام تو نہیں ہو گی

ہمارا نام ترے نام سے جڑا رہے گا

ٹو گم گئی بھی تو گم نام تو نہیں ہو گی

اسی لیے ہی تو میں خود کو خاص جانتا ہوں

تری پسند کوئی عام تو نہیں ہو گی

ہمارا ہاتھ کوئی چھوٹ جانے والا نہیں

تو تھام لے گی تو ناکام تو نہیں ہو گی



لوگ آتے ہیں دوسرے تمہیں یاد

رہ گئے میرے اس گلے تمہیں یاد

جب لگو گے کسی کے سینے سے

میرے بازو تو آئیں گے تمہیں یاد

اب توہم دفن کرچکے خواہش

شکریہ دوست! ہم رہے تمہیں یاد

میں تو اس کو بھی یاد رکھتا ہوں

جو کرے میرے سامنے تمہیں یاد

تم چڑاغوں کی بات کرتے ہو

کیا نہیں ہم بھے ہوئے تمہیں یاد؟

ہم مٹے بھی تو یاد کب رہیں گے

جب نہیں ہم لکھے ہوئے تمہیں یاد

چھوڑتے ہو نہیں نشاں اپنا

پھر کوئی کس طرح کرے تمہیں یاد

ہم کو یادِ خدا ہی کافی ہے

اب کوئی اور ہی رکھے تمہیں یاد

کچھ تو خود کو بھی یاد رہ جاؤ

زین سب لوگ کرچے تمہیں یاد



بڑے ادب سے بڑے قاعدے سے بات کرے

کسے پڑی ہے ترے سر پھرے سے بات کرے

ہر ایک شخص دلا سہ تو دے نہیں سکتا

اُسے بھی چاہیے تھا حوصلے سے بات کرے

یہ ٹھیک ہے کہ وہ مل کر خوش رہتا ہے

اگر کرے بھی تو کس واسطے سے بات کرے؟

تمہارا بھر مرے پاس آکے چنتا ہے

اسے کہو کہ ذرا فاصلے سے بات کرے

بھلے، برائی کریں میری اور گن کے وہ شخص

بھلوں سے دور رہے، اور بُرے سے بات کرے

ترے خیال کی خیریں، ترے خیال جیے

جو تیرے زین، ترے دکھ بھرے سے بات کرے



تسليٰم نہ ہو پائے کہ مشہود نہیں تھے

تم جو میری بربادی پہ موجود نہیں تھے

کچھ ربط، کہ اب نام و نشان بھی نہیں جن کا

وہ ربط بھی ایسے تھے کہ محدود نہیں تھے

پھر تو نے بھی غیر وں کا کہماں لیا ان

رستے تو ترے واسطے مسدود نہیں تھے

ویسے تو سکھوں کی ہمیں امید نہیں تھی

لیکن جو ملے تم سے وہ مقصود نہیں تھے

پھر میری عبادت کے قرینے پہ گلہ کیوں؟

تم یا رتھے میرے، کوئی معبد نہیں تھے

تم نے تو بہت جلد ہمیں ہار دیا ہے

ماتا کہ کٹھن تھے، کوئی مفقود نہیں تھے

کیونکروہ ٹھہر جاتے صداسن کے تمہاری؟

تم زین ہی بس تھے، کوئی داؤد نہیں تھے



ایسا نہیں کہ ہم کو محبت نہیں رہی

اتنا ہوا کہ اُس کی ضرورت نہیں رہی

اتنے زمانے بیت گئے تم کہاں رہے

اب زخم رہ گئے ہیں اذیت نہیں رہی

وعدے پر حم کھائیے! وعدہ نہ کبھی

دعوے پر خاک ڈالنے جست نہیں رہی

اب بھی ترا خیال ہے میرے خیال میں

لیکن خیال میں تری صورت نہیں رہی

اب چاہے زخم دیجئے یادل د کھائیے

اب ہم کو روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی

اک دست پر طسم نے اڑ کر چھو امچھے

ایسا لگا کہ کوئی مصیبت نہیں رہی

اب جائیے کہ آپ کو سب کچھ معاف ہے

بس! اب سے دل میں آپ کی عزت نہیں رہی



یاد ہے؟ ایک دن دونوں ہم، اپنے آنسو بھاتے ہوئے جل گئے تھے

تحی تپش آنسوؤں کی یا غم کی؟ جوروتے رُلاتے ہوئے جل گئے تھے

یار کی زلف کیا، آج تک اپنے ہاتھوں سے کچھ بھی تو سمجھا نہیں ہے

تم مقدر کا بجھنا تو دیکھو دیے کو بجا تے ہوئے جل گئے تھے

بازوؤں میں ترے بازوؤں کی جلنے، کہیں کا، کسی کا نہ چھوڑا

ایک دن ہم کسی کو ترے بعد سینے لگاتے ہوئے جل گئے تھے

ہم جو مر بھی گئے، تیری آنکھیں نہ بھیگیں گی، جس جس نے ہم سے کہا تھا

کچھ ہمیں آزمائے کے بعد اور کچھ آزماتے ہوئے جل گئے تھے

کیا بنے یہ اگر جان لیں تو نے چھو کر مجھے روشنی بخش دی ہے

لوگ میری طرف بس تراویکھ کر مسکراتے ہوئے، جل گئے تھے



روئیں بھی تودل ہے کہ ہر انک نہیں ہوتا

اس دشمن کا بادل سے بھلا انک نہیں ہوتا

میں لاکھ اداسی کے خدو خال بگاؤں

شہزادی کے ہو نٹوں پہ گلہ تک نہیں ہوتا

اُس کو مرے بارے میں بتاتے ہیں وہی لوگ

جن کو مرے بارے میں پتا کن نہیں ہوتا

وہ کون سی گنتی میں لکھے میری وفا نیں

جس شخص کو احساسِ جفا تک نہیں ہوتا

وہ شخص مرے حق میں دعا کرتا ہے جس کے

ہو نٹوں پہ کوئی حرفِ دعا تک نہیں ہوتا

پھر کیوں نہ رکھوں زین اُسے دل سے لگا کر

میں کچھ بھی کہوں مجھ سے خفا تک نہیں ہوتا



آنکھوں سے ہی بتائیں گے جس کا قسم پوچھے گا

ہم تو چپ کے پیڑیں اب تو ہم سے کیا کیا پوچھے گا؟

رُگ اندر عشق ہے کتنا سب پیشانی جانتی ہے

کچھ نیت باندھنے والو تم کو سجدہ پوچھے گا

سرخ آنکھوں پر بات تو ہو گی دیکھو یار زمانہ ہے

جب بتا نہیں سکتی ہو تو مت رو، ورنہ پوچھے گا

اتی پر ده دار اذیت کیوں چپ رہ کر کاٹتے ہو؟

چاہے مجھ سے درد نہ پوچھے لیکن پردوہ پوچھے گا

میں بھی خود ہی اک دن اپنا نام اور شکل گنوادوں گا

تو بھی کون سا ان گلیوں میں آکر میرا پوچھے گا

آپ ملے تو اس ملنے میں ہم یہ بات ہی بھول گئے

اک دن آپ کا ہجر بھی ہم کو اچھا خاصا پوچھے گا

ہم سے ہمارا چھوڑ کے اس کا، اُس کا، سب کا پوچھ لیا

سوچ رہے ہیں اب وہ ہم سے جانے کس کا پوچھے گا

! چھوڑ دلا! تو ان لوگوں کی باتوں سے بے چین نہ ہو

إن کی آگے خیر نہیں ہے ان کو اللہ پوچھے گا

جس دن آپ نے اس دنیا سے دور کہیں جا بسنا ہے

زین اسی دن سکھ بھی آپ کے گھر کارستہ پوچھے گا



تمہی نہیں ہو تو زندگانی میں کچھ نہیں ہے

سناؤں کس کو؟ کہ اس کہانی میں کچھ نہیں ہے

بڑی خوشی سے میں رائیگانی میں جی رہا ہوں

یہ جان کر بھی کہ رائیگانی میں کچھ نہیں ہے

سنو یہ آنسو کہیں تمہیں بے سکوں نہ کر دے

یہ صرف پانی ہے اور پانی میں کچھ نہیں ہے

ضعیف سوچیں ہی ذہن و دل پر جھی پڑی ہیں

سوائے اس کے بھری جوانی میں کچھ نہیں ہے

تری نشانی میں یاد تیری بچی تھی دل میں

مگر یہ سچ ہے کہ اب نشانی میں کچھ نہیں ہے

کوئی تور ہتا ہے رنج و غم سے پرے وہاں بھی

میں کیسے مانوں کہ لامکانی میں کچھ نہیں ہے

وہ مہرباں ہے زمانے بھر کے لیے تو ہو گا

مرے لیے اُس کی مہربانی میں کچھ نہیں ہے

سوائے وقت اس نئی محبت میں کیا نیا ہے؟

پرانی جیسی ہے اور پرانی میں کچھ نہیں ہے

یہ جاودا نی بھی ہے لباسِ فنا میں پہاڑ

فنا میں سب کچھ ہے جاودا نی میں کچھ نہیں ہے

رہیں گے اب زین آخری سانس تک اُسی کے

کوئی بھلے ہی کہے نمانی میں کچھ نہیں ہے



اس سے ملے تھے جس قدر، تھے وہ عذاب منفرد

اسکی محبتوں کے تھے، سارے سراب منفرد

تیری ہر ایک بات کی، خوشبو ہے میرے چارشو

تیرے سوال بھی حسین، تیرے جواب منفرد

آنکھوں سے بہہ رہی ہے جو آئیتِ عشق اس کی خیر

جلوہ ناز تیری خیر، تیرا حجاب منفرد

روزِ ازل سے اب تک، باغ و بہشت کے سبھی

سارے گلاب اک طرف، تیرے گلاب منفرد

یار کا ورد ہی کروں، یار کی بندگی کروں

میرے گناہ چنچ اٹھے، تیرے ثواب منفرد

درس ملا ہے درد کا، باب پڑھا ہے عشق کا

میرا نصاہب منفرد، میری کتاب منفرد

جس کانہ اندھا ہے، زین یہ ایسا حال ہے

آپا ہے میرے زخم پر، ایسا شباب منفرد



”جو بھی محبت کر لے سمجھو درد سے ہاتھ ملاتا ہے“

بول ناں آخر ایسی باتیں کون تجھے سمجھاتا ہے؟

کیسے تیرے کہنے پر میں اپنی آنکھیں خشک رکھوں

آنسو تجھ سے، مجھ سے، کسی سے پوچھ کے تھوڑی آتا ہے

تیرے و صل وصال کی خیریں، بھر کو تھوڑا دلانا کر

اتنانوں نہیں بنتا جتنا بھر تراپی جاتا ہے

! میری آنکھ کا پوچھ رہے ہو؟ بیتی ہے! بیتی رہتی ہے

! میرے دل کا پوچھ رہے ہو؟ میرا دل گھبراتا ہے

بات کھوں چپ ہو جاتے ہو، شعر کھوں روپڑتے ہو؟

کون ہے اندر جو آنکھوں میں بھر بھر پانی لاتا ہے؟

کھڑکی پر لکھی آنکھیں، زخمی پوریں، ٹوٹے ناخن

راہیں تکتے، دروازے میں ہاتھ اُس کا آ جاتا ہے



خیال و خواب سے باہر اٹھا کے رکھ دو مجھے

یہی روایہ کہ اب تم بھلا کے رکھ دو مجھے

ہوس کے مارے ہوئے لب مجھے بلا رہے ہیں

وہ آنکھ دیکھ رہی ہے چھپا کے رکھ دو مجھے

تمہارے ہاتھ ہے مٹی مری، نصیب مرا

تمہاری مرضی ہے، جو بھی بنائے رکھ دو مجھے

نجف کا دیپ ہوں میں بجھ نہیں سکوں گا کبھی

تم آندھیوں میں بھی چاہے جلا کے رکھ دو مجھے

میں اب گما ہوا، خود کو کہاں کہاں ڈھونڈوں؟

کہا تھا رکھنا جہاں ہے بتا کے رکھ دو مجھے

میں چھو کے چھوڑا ہوا ٹوٹ پھوٹ جاتا ہوں

تمہیں یہ کس نے کہا تھا اٹھا کے رکھ دو مجھے

تمہارے ہاتھ سے رکھے ہوئے کی خیر یں ہوں

جو پاس رکھنا نہیں دور جا کے رکھ دو مجھے

تمہاری میز پر رکھا ہوا میں خط ہی سہی

اداں ہو کے پڑھو، مسکرا کے رکھ دو مجھے



دراصل بڑی دیر سے بیزاری میں گم ہے

وہ شخص فقط نام کی سرشاری میں گم ہے

جبوں میں لیے حسرتیں بازار میں آکر

اک طفل بس آنکھوں سے خریداری میں گم ہے

اک بات ہے اس میں جو مجھے بھائی ہوئی ہے

وہ یار مرد ہے نہیں، پر یاری میں گم ہے

اب اُس کو قبیلے کے مصائب سے غرض کیا؟

سردار مردی جاں ابھی سرداری میں گم ہے

یہ بات تجھے آج تک کہہ نہیں پایا

اک غم ہے مراجوتی بیاری میں گم ہے

ہر شعر ہے اُس ایک جنادر کی خاطر

ہر لفظ مرا اُس سے وفاداری میں گم ہے

دیکھے ہیں ان آنکھوں نے سبھی جرم تمہارے

دل پھر بھی تمہاری ہی طرفداری میں گم ہے

ہے تجھ کو ملا بھی تو کسی غم میں ملے گا

مدت سے ترازین عزاداری میں گم ہے



میں اک آپ کا نام لیوا ہوں اک آپ کا مست ہوں سر پھر اہوں

مجھے دوسرے لوگ کیوں حل کریں؟ میں فقط آپ کا مسئلہ ہوں

وہ کیا ہونٹ ہیں جن کی خاموشیوں میں زمانوں سے کھویا ہو اہوں

وہ کیا جاؤ داں حُسن ہے جس پر مر کے سدا کے لیے جی اٹھا ہوں

کوئی بھی کسی کا نہیں ہے، بھلا آپ یہ بات کیوں سوچتے ہیں؟

کوئی آپ کا ہونہ ہو، یہ سدا یاد رکھیں کہ میں آپ کا ہوں

مجھے علم ہے تو کسی اور کا ذکر برداشت کرتی ہے کیسے

ترے سامنے غیر کا نام لینا ہو سو مرتبہ سوچتا ہوں

مری حیرتیں یاد ہے؟ تیرے ادراک کی روشنی کا گئی تھیں

تری عجلتوں کو جو تکتار ہاتھ ترا میں وہی فیصلہ ہوں

تجھے یار میں یار کیسے دکھے؟ ٹونہ من کی نگاہوں سے دیکھے

ترادیکھنا، دیکھنا ہے مگر میں اُسے دیکھنا جانتا ہوں

رُخ نور سے وہ غلافِ مقدس ہٹاتا ہے جب بے خودی میں

جو قرآن آنکھوں سے آیات بہتی ہیں میں بس انہیں چومنتا ہوں

جو شہ شمس تبریز سرکار کا نام سننے ہی رونے لگی تھی

اُسے کوٹ مٹھن کے سانوں کی میں کافیاں بھی سنانے لگا ہوں

ادھر سے، ادھر سے نبیں توجہ دھر سے بھی چاہے جو تو دیکھ مجھ کو

تجھے ہر طرح یہ لگے گا میں اجmir ہی کی گلی میں پڑا ہوں

مرا جھولا چشتی ہے اور حیدری رنگ آنکھوں میں پھیلے ہوئے ہیں

مجھے غور سے دیکھ لے میں علی شاہ مردان کا باکا ہوں

ترامانا ہے جو فرمادیا یار نے بس وہی مستند ہے

تو پھر میرے ہونے پہ ایمان لا میں اُسی کے لبوں کا کہا ہوں

جواب آپ ہیں آپ ایسے نبیں تھے مرے تھے کسی کے نبیں تھے

میں اب بھی وہی آپ کا زین ہوں، میں وہی بے ضرر، بے گلہ ہوں



خوشیاں جلیں تو جل اٹھیں غم کا تو حق ادا کروں

ضبط سے کیا جواب لوں؟ کیسے میں حوصلہ کروں؟

مل کے ہوں تم سے خوش بہت غم بھی تو اپنا یار ہے

ملنے میں حرجن کچھ نہیں بولو تو مل لیا کروں؟

ایسا حُسین شخص ہے، گوشہ نشین شخص ہے

سوچوں اُسے تورو پڑوں، دیکھوں، خدا خدا کروں

یار کا نام بندگی، یار کا قرب زندگی

یار کے لفظ روشنی، یار کو کیوں خفا کروں؟

میری سماعتوں پر بھی، اُس کا سکوت نقش ہے  
بس وہ سنائی دے مجھے، جو بھی صد انسا کروں  
وہ بھی نژادِ رنج ہے، میں بھی اسیِ شام ہوں  
وہ بھی کرے تو کیا کرے، میں بھی کروں تو کیا کروں

میرا چلن بھی مسترد، میری لگن بھی مسترد  
اُس کو گلے نہیں وفا، جس سے بھی میں وفا کروں

آپ کی بات مان کر، خود سے بہت خفا ہوں میں  
آپ یہ چاہتے ہیں پھر آپ سے مشورہ کروں؟

پھرتا ہے جو لیے ہوئے، تم تین میرے نام کی

اُس کو گلہ نہیں کوئی، خود سے یہی گلہ کروں

اپنی ہی سمت دھیان دوں؟ تجھ سے ہٹاؤں دھیان کیوں؟

اپنا خدا منا بھی لوں، تیرا خدا اخفا کروں؟

اُس کے طسمِ اسم میں، گُم ہوں مگر نہیں خبر

رقض کروں تو کیوں کروں؟ اور نہ کروں تو کیا کروں؟

رسم و رواج توڑ کر، سارا جہان چھوڑ کر

ایسے ملا ہے وہ مجھے، کیسے اُسے جدا کروں

میں نے ملال رکھ لیا، اُس نے سوال رکھ لیا

میرا ملال سبز ہے، اُس کے لیے دعا کروں

اُس کو بُرا لگے سدا، یہ بھی قصور ہے مرا  
اپنی طرف سے زین جی، میں تو فقط بھلا کروں



لوگ کریں گے ایسی بات

اندھی، گوگھی، بہری بات

موسم اچھا ہونے دو

کہہ ڈالوں گامن کی بات

میں نے وقت گزاری کی؟

کر دی ہے نال چھوٹی بات

سیدھا سادا ہے موضوع

مت کر اس پر ٹیڑھی بات

پاگل! عشق نہیں ہوتا

کر لینے سے خالی بات

کیسے شن لون دنیا کی؟

کیسے مانوں اُلٹی بات؟

نمر رہتی ہے آنکھ اُس کی

کرتا ہے وہ پیاری بات

سب اچھا ہو جائے گا؟

کر لینے سے اچھی بات؟

صر اجیے لب پر ہے

دریا جیسی گہری بات

بات بھی تھک جاتی ہے دوست

کب تک آخر چلتی بات

لڑکی، سلچھے لبھے میں

کر جاتی ہے ابھی بات

تم یو نہی ناراض ہوئے

ئُن لیتے ناپوری بات

ٹوٹے دل میں رہتی ہے

دل کو توڑنے والی بات

جو بھی جس کا مرضی ہو

میں تیرا ہوں پکی بات

ڈھانپ کے رکھنا آنکھوں کو

یاد کرو گی میری بات



ہمارا ذکر ترے لب پہ گامزِ ن کیوں ہے؟

جو ایسا ہے تو پھر اتنا پر ایا پن کیوں ہے؟

اگر یہ وصل ہے پھر وصل کیوں نہیں لگتا؟

اگر یہ بھر ہے پھر بھر میں ملن کیوں ہے؟

وہ جس کی ڈھونڈ میں پا گل رہیں مری آنکھیں

وہ دلکھ پڑا ہے تو اب مضطرب یہ مَن کیوں ہے؟

ہمارے بازاںی غم میں بین کر رہے ہیں

کہ دسترس میں ہوا کی وہ خوش بدن کیوں ہے

یہ کیا ہے؟ کون سی بھرت ہے؟ کچھ بتاؤ ہمیں

تمہارا زین وطن میں بھی بے وطن کیوں ہے؟



وہ بانٹتا ہے اگر کچھ تو یہ ستم بانٹے

جنوں میں عقل کو تھوڑا سا کر کے ضم، بانٹے

ڈروں کے جس کو خود میں سمیٹ لیتا ہے

یہ ایسا ابر نہیں ہے جو صرف تم بانٹے

تمہارے ہاتھ اٹھے ہی نہیں زمانوں سے

سچی کو وقت بہت ہو چکا، کرم بانٹے

اسی لیے تو میرا سے میں آؤں نہیں

فرانخ دل ہے وہ ہر شے کو ایک دم بانٹے

اسے کہو کہ اسے لوگ خرچ کر دیں گے

جو بانٹنے ہی لگا ہے تو خود کو کم بانٹے

یہ بانٹ سکتے نہیں ہیں سنار ہے ہو جھیں

تم اس فقیر سے کہہ لو تمہارا غم بانٹے



لفظ روشن رہیں ہم اگر تیرے چہرے کا صدقہ لکھیں

کچھ بتارات کا وقت کٹ جائے! دیوار پر کیا لکھیں؟

تیرے شاگرد تیرے فیوضِ نجف سے بھرے رُخ میں گم

فارسی نین شب بھر پڑھیں، دن میں اردو کا پرچہ لکھیں

یوں تو اپنے لکھائی میں نمبر ہی کلتے ہوئے آئے ہیں

آج بھی کچھ جو خوش خط میں لکھیں تو بس نام تیرا لکھیں

پی چکے ہیں سمندر کی سنجیدگی اور وار فستگی

ہم جو بھر پور، سیراب ہیں اب تک خود کو پیاسا لکھیں

جانکاری بس اتنی بہت تھی کہ دو یار مل نہ سکے

لکھنے والوں کو یہ چاہیے ہی نہیں تھا کہ قصہ لکھیں

ٹونخو شی میں بھی اپنی ہتھیلی پہ مہندی لگانہ سکی

سوچتے ہیں کہ اپنی ہتھیلی پہ ہم تیر اپر سہ لکھیں

اب کہاں تک بصارت بھی منظر کا ہر کھوکھلاپن سہے؟

ہم سے حساس بھی کب تک ہنسنے والوں کا رونا لکھیں؟

ایک غم ہے جو بر سوں سے دل کی رگوں سے ہے لپٹا ہوا

ہم خوشی کا کوئی گیت لکھنے لگیں بھی تو وہ لکھیں

ان سے رشتہوں کی ابھی ہوئی ڈوریاں تک سلچھناہ سکیں  
تیرے بالوں میں پھیری گئی انگلیاں تجھ کو خط کیا لکھیں؟

اس طرح اُس کی تقدیمیں لکھنا تو ممکن نہیں زین جی  
وہ جایوں سے باہر جو آئے تو ہم اُس کا پردہ لکھیں



راہ میں دکھ پڑے ہیں رُک جاؤ

اب خسارے بڑے ہیں رُک جاؤ

دیکھ لو اپنی نیک نامی کے

اب بھی جھنڈے گڑے ہیں رُک جاؤ

ساتھ مل کر گزار دیں گے ہم

وقت سارے کڑے ہیں رُک جاؤ

احترام آتمہ ماری راہ میں ہم

ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں رُک جاؤ



ہاں! جدھر میری سر پھری جاوے

اُس کے پیچھے ہی رہبری جاوے

مُر لٹاتے ہوئے پہاڑی کے

ڈھونڈ نے اُس کو بانسری جاوے

پیارا جمیر کے ملگ سے کر

تیری جھولی پیا بھری جاوے

تیر امو من تجھے پکارتا ہے

آ، کہ کافر کی کافری جاوے

دشت کی ڈگریاں ضروری ہیں

ورنہ مجنوں کی نوکری جاوے

اُس کے غم سے ملائیے ہیں ہاتھ

اب نہ ہاتھوں سے جھُر جھُری جاوے

اب کوئی درد سے نہیں ٹکوہ  
جو بھی کرنا ہے اب کری جاوے  
اس لیے کر نہیں رہا ہوں میں  
چُوک ناوار آخری جاوے

آج کل دربار ہے غم اُس کا  
ہے دعا اس کی بے گھری جاوے  
زین جی دل غلام تھوڑی ہے؟  
آپ اسے جو کہیں، کری جاوے



ادا سی کب خوشی گردانتی ہے

وہی کرتی کے جو بھی ٹھانٹی ہے

بہلٹی ہونہہ ہو پر پھر بھی تجھ سے

بہلانا ہے طبیعت جانتی ہے

تجھے یہ بھی قیامت ہی لگے گی

مرے کرے میں جتنی شانتی ہے

وہ لڑکی ابھی زلفیں چھیڑتی نہیں

یقیناً گھری باتیں جانتی ہے

مجھے اب جیر والے کی دعا ہے

الف نگری مجھے پہچانتی ہے

علیٰ سردار کا ہے فیض سارا

مرا مشکل بھی کہنا نتی ہے



غم کے ہو کر قریں سمجھتے تم

دل میں رب ہے ملکیں، سمجھتے تم

سب سمجھ کر پڑے مصیبت میں

کاش کچھ بھی نہیں سمجھتے تم

درد سے کچھ اگر بی ہوتی

پھر مجھے بایقین سمجھتے تم

خامشی مسئلہ نی ہوئی ہے؟

مسئلہ کیوں نہیں سمجھتے تم؟

میں تو ایسا بھی ہوں نہیں جس کو

بیش قیمت نگیں سمجھتے تم

مجھ کو سمجھا نہیں گیا ہے کہیں

کاش مجھ کو کہیں سمجھتے تم

آج وہ مسکرا نہیں رہا ہے

کیوں مراد کھنڈ نہیں سمجھتے تم

زین تم نے بہت غلط سمجھا

وہ جہاں تھا وہیں سمجھتے تم



ایک بڑھاپا بچپن میں اتر اور ایک جوانی میں

ہم نے بھی ہر درد لگای سینے سے، نادانی میں

آج بھی اس کے پیار کے جملے سبز ہیں اور سنہرے ہیں

آج بھی ایک نیا پن سا ہے اُس کی بات پرانی میں

ہم دونوں میں ایک ذرا سافرق نہیں ملنے والا

تم چاہو تو دیکھو مجھ کو لے جا کرویرانی میں

مجھ کو آسانی سے سنتے تم تو قریب آ جاتی ہو

لیکن مجھ کو مشکل پڑ جاتی ہے اس آسانی میں

اب یہ تیری مرضی، اُس کو دیکھ یا اُس کی باتیں گُن  
ایک فقیر ہے سامنے تیرے، اک درویش کہانی میں

رنگ سرابی، جسم فربی، لب پر جھوٹ کا جھرنا ہے  
آنکھوں جیسی سچی ایک بھی بات نہیں مر جانی میں

دریا اور میں، دونوں اُس کی گہرائی میں گم صم تھے  
گہری لڑکی دیکھ رہی تھی ایسا، گہرے پانی میں



پاؤں کا اک چھالہ ہے

دشت کہانی والا ہے

پکا ہے ایمان اُس کا

کافر آنکھوں والا ہے

اس کے نین کہانی ہیں

اس کے ہونٹ پہ تالہ ہے

دعویٰ ہے رب ہونے کا؟

تو بھی رہنے والا ہے؟

اس قصے میں چہرہ نئیں

لیلی کا دل کا لالا ہے

اُس آنسو نے خوار کیا

جس کو زین سنبھالا ہے



وہ کھاکے لفظوں کے تازیانے گزر گئے ہیں

تمہاری بستی سے جود و اونے گزر گئے ہیں

چلوکی نے ترونے کا مشورہ دیا ہے

مجھے اگا تھا کہ سب سیانے گزر گئے ہیں

کبھی تم آؤ کہ دفن کر دیں کوئی تسلی

زمیں کو پرسہ دیے زمانے گزر گئے ہیں

یہ شکر ہے ہم سے مل کے تم مسکرا پڑے ہو

ہمارے غم تو اسی بہانے گزر گئے ہیں

وہ اس طرح سے دکھوں کے بارے بتا رہا ہے

فلانے ٹھہرے ہیں اور فلانے گزر گئے ہیں

تچھے ستاقی رہیں گی قدموں کی آہنیں ہیں

ترے خیالوں سے ہم نمانے گزر گئے ہیں



تمام کے تمام ان کو دکھنا نہیں

درخت کیا کہیں گے اس میں حوصلہ نہیں؟

یہ جس طرح سے دور مجھ سے ہو گئے ہو تم

اسے میں فیصلہ کہوں گا، فاصلہ نہیں

اب اس کے پاؤں سے بہت خفاہیں پائیں

اب اس کے ہاتھ کا حنا سے رابطہ نہیں

مری تو زین روح جل گئی جدا تی میں

وہ مسکرا رہا ہے جیسے کچھ ہوا نہیں



در جنوں پہ سر جھکالیا، وجود رکھ دیا، جنوں اٹھالیا

تمہارا عکس آنکھ میں بسالیا، تو در در روح میں چھپالیا

وہ پیر جس کی چھاؤں میں کھڑے کھڑے جدا یوں کی بات تم نے کی

وہ وقت، وہ مقام دل پر نقش ہے، وہ پیر دھیان سے ہٹالیا

وہ ایک کائنات کا حسین ترین لفظ جو کبھی بنانے تھا

تمہارے نام سے حروف میں نے چن لیے، وہ لفظ بھی بنایا

دعائیں سبز ہو گئیں، تمام دل کی اتباہیں سبز ہو گئیں

سلام کہہ لیا، درود پڑھ لیا رسول پر، سکون پالیا

تری زبان کے فیصلے قبول تھے، سوا اختیار دے دیا تجھے

کہا جو تو نے روتورولیا کہا جو مسکراتو مسکراتا یا

یہ بھوتا نہیں کہ تم مجھے ملے تو تھے مگر نہیں ملے تھے تم

عجیب واقعہ تھا میں نے جب تمہارے وصل میں بھی بھر پالیا

مزار پر دیا جلالیا، گلی کے پھوٹ میں تمہارے نام کی نیاز بانٹ دی  
تمہارا بھر، جس طرح مری سمجھ میں آیا میں نے اُس طرح منالیا

خیال بھی کمال چیز ہے کہ جس کے آسرے پر روز رات کو  
تمہیں بلا لیا، تمہارے اشک چُن لیے، تمہیں گلے لگایا



کیا ہے جس کو داغدار، دیکھناں  
اب اس سے ڈھونڈ مت فرار! دیکھناں

ترا فقیر طالبِ نگاہ ہے

ادھر نجف کے تاجدار! دیکھناں

تری کہیں نہیں چلی، یہ بھول جا

ٹو مجھ پر اپنا اختیار دیکھناں

نہ دیکھ ادھر وہ دیکھنے کا ہے نہیں

نظر ملا کے آرپا دیکھناں

جلابہت جلا، آخر بجھ گیا

ٹورنگ چھوڑ انتظار دیکھناں

جنھوں نے کل غلط کہا تجھے مجھے

ہیں آج کتنے شر مسار دیکھناں

ٹھہر! یہ تیرازین ہے ہجوم میں

تماشا ہو رہا ہے! یار! دیکھ ناں



صرف یہی اک کام وہ، پر دہ دار کرے

نینوں کے جو تیر ہیں، دل کے پار کرے

عشق تو ایسی رمز ہے، کردے روشن روح

تن سوئے تو سور ہے، مَن بیدار کرے

پاکیزہ ہر لمحہ توبانٹے صرف شفا

جو منوا بیمار ہو، ٿن بیمار کرے

گھونگھٹ والی ناریے تیرے مُن میں کھوٹ

مُن جو کالا نیل ہو، وہ کیا پیار کرے!

سونپ دیاں یار کو تو نے اپنا آپ

بس اب چنتا چھوڑ کہ جو بھی یار کرے

مجبوری گھر آگئی، لے جانے کو دور

دروازہ بھی کیا کہے؟ کیا دیوار کرے؟

رب سانول کے بھیں میں، سینے آن لگا

زین انا الحق رمز کا، کون انکار کرے؟



ناشنیدہ پکار یاد آئے

اور ترتیب وار یاد آئے

ٹکھے تو اک دو بھی یاد آئے نہیں

رخ لیکن ہزار یاد آئے

آج اک بار میں نجات کیوں

آپ دو تین بار یاد آئے

روح یکنخت نوچنے والے

سامنے تین چار یاد آئے

پانچ کو بس ہے دھیان میں رکھا

یار بھی صرف چار یاد آئے

”بس یہ کہنا،“ اسے خدا بخش

جب بھی یہ خاکسار یاد آئے

یہ نہ ہو تم قرار کھو بیٹھو

جب کوئی بے قرار یاد آئے

جب ہوا ذرا نظر انداز

ہم اُسے بے شمار یاد آئے

تو کوئی رب تو ہے نہیں میرا

جو مجھے بار بار یاد آئے

مرشدی! سب بھلا دیا میں نے

مرشدی! تیرا پیار یاد آئے

قہقہوں میں بھی زین جی ہم کو

آنسوؤں کی قطار بیاد آئے



ترے لبوں پر جوش سجا ہے تو پھر یہ سر کیوں جھکا ہوا ہے؟

اٹو مان چاہے نہ مان تجھ سے کوئی نہ کوئی گناہ ہوا ہے

ٹو میرے شبدوں کی آہ بارے جو پوچھتا ہے تو آج من لے

یہ درد میں نے نہیں بنایا، مجھے کہیں سے عطا ہوا ہے

تجھے تو اتنی خبر نہیں ہے جو یار آوے تو سر جھکا ہو

جنوں بھی چھو کر تجھے نہ گزرا تو کیسا عاشق بنا ہوا ہے؟

اگر وہ روتے ہوئے پچھڑتا تو بس پچھڑنے کا رنج رہتا

مگر یہ رونا ہے عمر بھر کا وہ ہستے ہستے جدابو ہے

بتاؤ! ان کو بتا سکو گے؟ چھپا سکو گے؟ دروں کی حالت؟

جو لال ایسے رکھو گے آنکھیں تو لوگ پوچھیں گے! کیا ہوا ہے

ہیں یار والے سودھیان رکھنا، کلام کرنا تو دیکھ سن کر

دماغ والے نہیں ہیں ہم، بس یہ ایک پر زہ ہلا ہوا ہے

ذرا سی خواہش پہ ہر خوشی کے نصیب میں بس صلیب لکھ دی

! سبھی غنوں کے بزرگ غم سے یہی غلط فیصلہ ہوا ہے

! جہان والو! کوئی خبر ہے؟ کہ جس کو پا گل سمجھ رہے ہو

! وہ شخص ہر دم وہاں جڑا ہے افقط یہاں سے کٹا ہوا ہے

بے گ رہا ہے، تمام پیڑوں سے جاتے جاتے گئے تھے مل کر

کہ نام میرا لکھا ہے ان پر مگر تمہارا منہا ہوا ہے

سمجھ چکا ہوں، علیؑ کے بیٹے کے غم میں مرنا ہی زندگی ہے

حیات پائی ہے زین اُس نے کہ جس کا دل کر بلہ ہوا ہے



وہ مجھ پر ڈال گیا اپنے انتظار کی خاک

اڑا رہا ہوں میں اب اسکے اعتبار کی خاک

بتا بھی پائے نہیں کیا تھا وہ ہمارے لیے

نہ اس کی قبر پر ڈالی ہے اپنے پیار کی خاک

مجھے مرض ہے روئے یار کا خفی ہونا

مجھے شفا ہے نقطہ نقش پائے یار کی خاک

علیٰ حضور! نجف کو ترس رہا ہوں میں

مجھے بہشت سے بڑھ کر ہے اس دیار کی خاک

اب آکے دیکھ ذرا حشر اپنے پیارے کا

کہ اُڑ رہی ہے یہاں تیرے غمگسار کی خاک

وہ پھر پر انہی الزم دے رہا ہے مجھے

وہ اب کی بار بھی لا یا ہے پچھلی بار کی خاک

میں اس کو آج تک صاف کرنے نہیں پایا  
بڑی ہوئی ہے مرے گھر کی پکار کی خاک  
کر دیں گے زین ترے صبر کی زیارت وہ  
کبھی جوان پہ بڑے گی ترے قرار کی خاک



بات تو گلّتی سادہ تھی بتلانے میں  
پھر بھی ہم کو وقت لگا سمجھانے میں

اتنا مجھ میں ضبط نہیں تھا، کیا کرتا؟

اتھی تم نے دیر لگادی آنے میں

خوشیوں کے لمحوں میں اُس کو جانے کیوں؟

مشکل پیش آجائی ہے مسکانے میں

میں یوسف نہ ہو کر بھی بے عیب رہا

پر تم کافی ماہر تھی بہکانے میں

اتنی بھی منہ زور نہیں تھی دھوپ مگر

میرے پھول نے جلدی کی، کملانے میں

ہاتھ کپڑتے رہ جاتا تھا میں اُس کا

اور وہ وقت بتاتی تھی گھبرانے میں

دل بھی آخر دل ہے، دل کے کیا کہئے

بیت چلی ہے عمر سے سمجھانے میں

ہاں میں نے ہر جرم کیا تھا دانستہ

تم نے تو ہر جرم کیا انجانے میں

شاعر! شاعر! شاعر! تم کب سمجھو گے؟

فرق بہت ہے ہونے اور کھلانے میں

اندر کی بدبو کے بارے بھی سوچو

صرف لگے ہو باہر کو مہکانے میں

برسول بعد اسے دیکھا تو یاد آیا

ہم دونوں تو یار تھے ایک زمانے میں

اس کی زلف بھی میرے جیون جیسی ہے

اور الجھتی جاتی ہے سلجنے میں

زین وہی اک بات ہی کیوں تم کرتے ہو؟

ہوتی ہے تکلیف جسے دھرانے میں



لب سے نکل پڑی تو دھائی نہیں ملی

مزدور یوں کی ہم کو کمائی نہیں ملی

اس سے بڑا غریب کوئی ہو بھی کس طرح

جس کو علیٰ کے در کی گدائی نہیں ملی

اپنوں کے روپ میں ہی پر ائے نقطے ملے

اپنوں سے آگے تھی جو پرائی، نہیں ملی

اک قید یاد تھی کہ جسے بھاگ لیا تھا میں

میں اُس میں یوں رہا کہ رہائی نہیں ملی



یقین کر گماں ہے ناقیاس ہے

یہ غم فقط ہماراً و شناس ہے

ٹوکیے کہہ رہا ہے عشق ہے تجھے؟

ا! بھی تو تیرے تن بدن پہ ماس ہے

جسے میں ڈھک نہیں سکا ہوں آج تک

کوئی تو ہے جو مجھ میں بے لباس ہے

ترے تو ہونٹ بھی بلا کے ٹرخ ہیں

ترے ہر ایک جھوٹ میں مٹھاں ہے

خدا کے واسطے سکوت توڑ دے

لیقین کر کوئی بہت اداس ہے

تراءی سوچ کر تڑپ رہے ہیں ہم

ہمارا کیا! ہمیں تو بھرا س ہے

سبب کوئی بھی ہونہ ہو، پر آپ کو

بتابیں کیوں؟؟ کہ کس لیے اداس ہے

اب ایک بار کہہ دیا ناں آپ سے

(! یہ دل اداس ہے تو بس اداس ہے

سکوں ہوا ہے آئینے میں دیکھ کر

کہ شکر ہے کوئی تو غم شناس ہے

وہ ہیں ناں جو مدینے والے بادشاہ

یہ زین بس انہی کا ایک داس ہے



هم بتائیں تو کون پوچھے گا

گرچہ پائیں تو کون پوچھے گا

ہم تو وہ ہیں، کہ جن کے بارے میں

مر بھی جائیں تو کون پوچھے گا

مجھ اکیدے کو پوچھتے ہیں لوگ

آپ آئیں تو کون پوچھے گا

یار کے سنگ رہنے والوں کو

دور جائیں، تو کون پوچھے گا

ہنس تو دیتے ہیں، کون پوچھتا ہے

رو بھی پائیں تو کون پوچھے گا

یوں بھی مانے منائے ہیں ہم زین

روٹھ جائیں تو کون پوچھے گا



کر کے ایک سلیقے سے طرفین برابر

اک غم بیٹھ گیا ہے دل کے عین برابر

جھیلیں، دریا، جگ کے سارے اجلے منظر

ہو کیسے سکتے ہیں، اُس کے نین برابر

تم نے ہجر سہا کب ہے جو پوچھ رہے ہو

”کیسے لگ سکتی ہیں صدیاں رین برابر“

تیرے آنسو ارزآل، یو نہی بینے والے

میرا اک اک لفظ ہزاروں ٹین برابر

غم نے مجھ کو کتنا باہم ت سمجھا ہے

روز کھڑے کر دیتا ہے کو نین برابر

اُس کے سکھ بھی اُس کو دیتے ہیں بے چینی

مجھ کو تو سارے ہی دکھ ہیں، چین برابر

تیری کوئی ریس کہاں یار اسردارا

یہ ساری دنیا تیرے نعلیں برابر

زین آل زہر اک اسپ سے ادنیٰ نو کر

کون بھلا ہو سکتا ہے اب زین برابر



ایک اسی کا ساری عمر خیال رکھا ہے

اُس کے درد یتیم کو دل میں پال رکھا ہے

یو نہی اس کے نین نہیں درویشوں جیسے

اُس نے من میں ایک فقیر سنبھال رکھا ہے

دنیا والے آج کو کل پر ٹال رہے ہیں

اُس نے کل کو آج کے دن پر ٹال رکھا ہے

حیرانی کے ٹکڑے جوڑنا جانتی ہے وہ

جس نے ہر اک لفظ پر دھال رکھا ہے

جگ کیا، مجھ کو لے کر خود سے لڑپڑتی ہے

اس نے اپنا حال بہت بے حال رکھا ہے

جانتی ہے، میں رو تا جاؤں گا سارا رستہ

اس نے میری جیب میں اک رو مال رکھا ہے

سانوں چاند سے اجلی ہے اور اس پر اس نے

نینوں میں اجمیر کا کبلاڈاں رکھا ہے

ایسا نہ ہو وہ کل مجھ کو پہچان نہ پائے

میں نے آج بھی ان آنکھوں کو لال رکھا ہے



سوچا ہے اب کی بار تمہیں کچھ کہوں نہیں

اب تم کو اس سے کیا کہ رہوں یا رہوں نہیں

تم جب کہو میں آؤں پلٹ کر تمہارے پاس

تم جب بھی چاہو، تم کو دکھائی بھی دوں نہیں؟

یعنی کہ نین و نقش ہی تم کو پسند ہیں

جب میں قبول ہوں تو مرے خواب کیوں نہیں؟

اب ٹو مجھے سکھائے گا آداب دیدیں یا ر

کیا ٹو مجھے بتائے گا اب یوں ہے یوں نہیں



نہیں نہ ہو تو پھر بھی نہائیں گے اور کیا

جتنی بچی ہے عمر، بتائیں گے اور کیا

ان کی لغت میں جھوٹ کوئی عام چیز ہے

یہ لوگ بس کہانی سنائیں گے اور کیا

وہ بھی تو ہم کو بھول ہی جائے گا اور پھر

ہم بھی کوئی حساب لگائیں گے اور کیا

رونے کی ریت درمیاں قائم رکھیں گے ہم

خود چپ رہیں گے اُس کو رلاکیں گے اور کیا

بہتر بھی رہے گا کہ منزل کی بات سن

رستے تجھے عذاب سنائیں گے اور کیا

انگلی اٹھا کے جائے تو جائے کوئی کہاں

گھر تک ہم اس کو چھوڑ کے آئیں گے اور کیا

وہ بھی کبھی تو وقت پہ آئے گا زین جی

ہم بھی کبھی تودیر سے جائیں گے اور کیا



مرے ہو ٹوں پہ لہرائے ہوئے ہو

ہزاروں بار دھراۓ ہوئے ہو

یہ گھریاں عارضی گھریاں نہیں ہیں

یہ تم بے وقت شرمائے ہوئے ہو

یہاں بھی سب ہیں تم پر مرنے والے

پر تیم ہر جگہ چھائے ہوئے ہو

وہاں سے نج کے جب آیا تو دیکھا

یہاں بھی تم ہی یاد آئے ہوئے ہو

زمیں پر ایسی آنکھیں ہی نہیں ہیں

کہاں سے تم انہیں لائے ہوئے ہو؟

ہماری گفتگو سے بھی خفا تھے

ہماری چپ سے گھبرائے ہوئے ہو

تمہاری باتوں سے لگنے لگا ہے

کسی کی باتوں میں آئے ہوئے ہو

تمہیں حرمت پتا ہے زین اپنی؟

تم ان کے لب سے فرمائے ہوئے ہو



دم گُنکوں دم گُنکوں گھولنے والی ہے

کملی یار کی جگنی بولنے والی ہے

ضم بزم خوشی ہو کر مالا جپ

پی کا نام ہے بات نہ سوچنے والی ہے

خوشیاں خاک گزارا کرتیں اپنے ساتھ

اپنی عادت رو نے پینٹے والی ہے

پھر دستک نے اُس کا حال بگاڑ دیا

اور باہر اک چوڑیاں بیچنے والی ہے

گھر کے کونے کونے کو ہے پیار اس سے

ہر وہ چیز جو باہر پھیلنے والی ہے

میری چاہ میں نیبر بہانے والی سن

تو بھی مجھ کو جلد ہی بھولنے والی ہے

یعنی مدت بیت گئی ہریالی کی؟

یعنی مجھ کو دیکھ چاٹنے والی ہے؟

کاہے اُس کی آنکھیں چوم رہے ہو زین؟

کیا وہ بھر کی راتیں کاٹنے والی ہے؟



مانگا تھا قطرو جنوں، بحر عذاب کیوں دیا

آنکھوں کو اب جواب دے، آنکھوں کو خواب کیوں دیا

یار کی بات مانتا، یار کے ہاتھ سونپتا

دنیا کے ہاتھ ٹونے دل، ہونے خراب کیوں دیا

خود سے اگر گلہ ہے تو، اتنا ہمیں گلہ ہے بس

اس کے غلط سوال کا، ہم نے جواب کیوں دیا

میرے کیے کا ہر بدل، ملتا مجھے تو ٹھیک تھا

میرے ہر اک گناہ کا، تو نے حساب کیوں دیا

اب کے ڈھن اداس پر روتے ہیں آپ کس لیے؟

آپ نے میرے ہاتھ میں، غم کار باب کیوں دیا؟

غیرت سہن جرنے، اُس سے کہا یہ چیز کر

خار کھاں گرا دیے؟ آج گلاب کیوں دیا؟



اپنی صورت میں پرانا زخم گھر دیکھتے

آئینے میں دیکھتے تو اُس کا چہرہ دیکھتے

میں تو بس یہ سوچتا ہوں آپ اگر ہوتے تو پھر

آپ کیسا بولتے اور آپ کیسا دیکھتے

دیکھنا بھی دیکھ لیتا دیکھتے ہو کس طرح

تم اگر دنیا سے چھپ کر مجھ کو تباہ دیکھتے

تجھ سے سرما نگاہیا تو ہم نے اپنا سردیا

اب ذرا سی بات پر کیا تیر امیرا دیکھتے

اس کی آنکھوں کو مناظر کی پھین نے لے لیا

وہ ہمیں کیا دیکھتا اور ہم اسے کیا دیکھتے

لاکھ چہرے نور والے سامنے تھے ہم مگر

کیا ترے ہوتے ہوئے چہرہ کسی کا دیکھتے

کیسے کیسے بن سنور کریار دل میں آبسا

ٹور والے کاش میرے دل کا جلوہ دیکھتے

وہ تو کچھ تیر ابھرم رکھنا پڑا ہے شہر میں

ورنہ ہم ایسے نہ تھے لوگوں کا غصہ دیکھتے

وہ تو تم ٹھہرے نہیں ورنہ بجوم شہر میں

میں تماشا بتاتا جاتا، تم تماشا دیکھتے

جو بھی ہے لوگوں کو بیمار الوج دیکھیں بس اسے

زین اپنی عمر کٹ جائے مدینہ دیکھتے



جونا منظور تھا جانا ہمارا

کبھی تو مانتے کہنا ہمارا

ہمیں یوں بھی ہے عادت ٹوٹنے کی

زیادہ دل نہیں رکھنا ہمارا

یہ آنسو بھی طبیعت کے نہیں تھے

ہمیں بھایا نہیں رونا ہمارا

نجف والوں سے ہے نسبت ہماری

فلک والوں سے ہے ملتا ہمارا

بچا ہونے کی صورت دیکھ لی ہے

غلط نکلا غلط ہونا ہمارا

ہمیں افسوس ہے تو صرف یہ ہے

ٹو دیکھے گا نہیں جانا ہمارا

ٹھکانے ہوش لگ جائیں تمہارے

کبھی سہنماز را، سہنا ہمارا

وہی توزین، دنیا کا ہوا ہے

وہی اک شخص تھا پنا ہمارا



کچھ نہیں سمجھتی ہو

تم تو جیسے بچی ہو

جھوٹ بول سکتی ہو

یعنی تم بھی سچی ہو

! ہاتھ تھامنے والی

عہد کی تو پکی ہو؟

کھل نہیں رہی ہو تم

کیا کوئی پہلی ہو؟

میری شب عذابوں کی

کاش تم نے دیکھی ہو

بات ہی وہی ہو گی

تم نے جونہ سوچی ہو

خواب لے کے آئی ہو

نیند کی سیلی ہو؟

ضبط توڑنے، بولو

تم کہاں سے آئی ہو؟

تم اس لمحوں میں

شاعری بھی کرتی ہو؟

رہ گئی ہو میرے پاس

تم بھری اداسی ہو

تم وہی دعا ہوناں

جو کبھی نہ مانگی ہو



کب اپنے بیمار سے با تیس کرتا ہے

وہ جو سب سنسار سے با تیس کرتا ہے

اک انجانا خوف لینے لگتا ہے

جب بھی کوئی بیمار سے با تیس کرتا ہے

تیری اک اک عادت سے ہیں واقف لوگ

تو کس کس سے پیار سے باتیں کرتا ہے

بھر جاتا ہے جب بھی گھرے زخموں سے

میرا دل سر کار سے باتیں کرتا ہے

تم نے کون سا ہجر سہا، تم کیا جانو

کوئی کیوں دیوار سے باتیں کرتا ہے

تجھ سے جنگل بیچ پھٹڑ نے والا شخص

اب تو بس اشجار سے باتیں کرتا ہے

ا! ہریں کتنے لفظ اٹھا کر لاتی ہیں

کون سمندر پار سے باتیں کرتا ہے؟



یہ کیا کہ روناہی ہر بار ٹوٹ کر آئے

کبھی کبھی تو تجھے پیار ٹوٹ کر آئے

کوئی بھی ایسا نہیں جو سمیتا کر لے

ہم اس کے شہر میں بے کار ٹوٹ کر آئے

ہماری نیند بھی آنکھوں سے ٹوٹ کر نکلی

تمہارے خواب بھی اُس پار ٹوٹ کر آئے

خدا کرے کہ تجھے میں بھی منتظر نہ ملوں

ٹو میرے پاس جو اس بار ٹوٹ کر آئے



تو سمندر، کوئی دھارا تو نہیں ہو سکتا

یہ محبت ہے کنارا تو نہیں ہو سکتا

گرد پھرے پہ مسافت کی بھی ہو سکتی ہے

اب میں ہر کھیل میں ہمارا تو نہیں ہو سکتا

میرے جیتے بھی تمہارا جو نہیں ہے تو سنو

میرے مرنے پہ تمہارا تو نہیں ہو سکتا

تم نے اپنا تو لیے شہر کے آداب مگر

یوں میری جان گزارا تو نہیں ہو سکتا

ہر کسی سے تو محبت نہیں کی جاسکتی

ہر کوئی شخص ہمارا تو نہیں ہو سکتا

ایک لمحے میں تجھے زین احلا اجس نے

اس کا ٹو جان سے پیارا تو نہیں ہو سکتا



بابا ساغر صدیقی کے نام

بھولی ہوئی صد اہے اسے یاد کیجیے

جس جس سے وہ ملا ہے اسے یاد کیجیے

ساغر جسے زمانے کی تتنی نے پی لیا

وہ یاد بن چکا ہے اسے یاد کیجیے

نغموں کی ابتدائخا، ہے اشکوں کی انہا

اک شخص کہہ گیا ہے، اسے یاد کیجیے

مد ہو شیوں میں بھی نہیں بھولا اسے خدا

سجدے میں جو پڑا ہے، اسے یاد کیجیے

شیشے میں اس کو مئے کی نہیں جستجو رہی

پھولوں کو پی گیا ہے، اسے یاد کیجیے

اس عہد میں لٹی ہے کمائی غریب کی

سلطان سے کہہ رہا ہے، اسے یاد کیجیے

آئی ہے موت زین جی ظالم سماج کو

ساغر نہیں مرائے، اسے یاد کیجیے



کبھی آلام میں تشریف لاکیں

انہی ایام میں تشریف لاکیں

دنوں کی گھنیاں سلچائیں گے ہم

کسی بھی شام میں تشریف لاکیں

تحیل کی گاہ میں تھام لیں اور

مرے الہام میں تشریف لاکیں

ہواہر روز خالی لوٹتی ہے

کسی پیغام میں تشریف لاکیں

یہ دل گھر ہے خدا کا سو خدارا

ذرا حرام میں تشریف لاکیں

ہمارا نام لکھ لیں ساتھ اپنے

ہمارے نام میں تشریف لاکیں

یوں ہی شاید لگے اب من ہمارا

ضروری کام میں تشریف لاکیں

ہمیں یوں دیں نہیں واضح دکھائی

ذرا بہام میں تشریف لاکیں

نہیں آئے جو آغازِ الْمِیں

ابھی انعام میں تشریف لاکیں



رونے دے یا ہنسائے، بھی درد کیا کرے؟

غم کا سکوت اور مجھے غمزدہ کرے

آنکھوں سے اپنی دور رکھو اب ہمارا خواب

ایسا نہ ہو کہ بعد میں پھر مسئلہ کرے

اُن اُن کوراہ دوں، انھیں جھک جھک کروں سلام

جن جن کوراہ چلتے ہوئے ٹولما کرے

بس یار کے خلاف نہیں کچھ سنوں گا میں

چاہے زمانہ کچھ بھی مجھے کہہ لیا کرے

عادت پڑی ہے، اور یہ عادت عذاب ہے

دل جس کو چاہتا ہے اسی کو خفا کرے

دیکھا ہے صبر کر کے مگر ٹونہ مل سکا

اس دل کو کیا پڑی ہے کہ اب حوصلہ کرے

جاتا ہے اور لوٹ کے آتا ہے بار بار

اب اس کو چاہیے کہ کوئی فیصلہ کرے

نگ آگئے ہیں اس کی وفاوں سے زین ہم

وہ شخص کاش ایک نہ وعدہ وفا کرے



آج کی شام رکھوں کس جانب دن بھر کی بے زاری کو

جانے کیسے نیند آئے گی میری شب بیداری کو

میرے سنجیدہ شعروں پر ہنستی رہتی ہواڑکی

اچھارستہ ڈھونڈ لیا ہے تم نے وقت گزاری کو

اُن کی یاد اذیت بن کر شام ڈھلنے لوٹ آئی تھی

ہم نے ایسے بین رچائے اس کی خاطر داری کو

ایک پرانا رشتہ تھا جو آسانی سے ٹوٹ گیا

وقت نے بھی پچان لیا تھا جذبوں کی یماری کو

اک دو بج کے سکھ کی خاطر دکھ سے رشتہ جوڑ لیا

دنیا والے کیا سمجھیں گے تیری میری یاری کو

دل کے اندر بین ہی جیسے دھک دھک کرتے رہتے ہیں

سکھ بھی اروز چلے آتے ہیں دکھ کی ماتم داری کو

آج خیال یار پہن کر مست ہمیں رہ لینے دو

کافی وقت بچار کھا ہے ہم نے دنیاداری کو

ہم دونوں نے باری باری اک اک عہد نبھانا تھا

باری باری بھول گئے ہیں اپنی اپنی باری کو



جہاں کہیں کبھی روتے ہوئے سنائی گئی

ہماری بات ہنسی میں ہی بس اڑائی گئی

میں دے رہا تھا دعا میں اسے سہا گئی رہ

کسی کی گڑیا مجھے خواب میں دکھائی گئی

لہولہان کیا میں نے اپنے ہاتھوں کو

مگر نصیب سے کاک نہیں مٹائی گئی

ترے لبوں پہ بھلا کیوں کسی کا نام آیا؟

ہمارے ہاتھ سے کیسے تری کلائی گئی؟

ہم اپنے ہاتھ میں کاسہ لیے نکل تو پڑے

مگر یہ کیا کہ صد اسی نہیں لگائی گئی

وہ آکے زین پر بیشان ہو گیا اتنا

مرے مکاں سے ادا سی نہیں چھپائی گئی



ہے ایک راستہ جو ختم ہی نہیں ہوتا

ہے ایک طول جو میرے سفر سے لپٹا ہے

یہ سارا شہر خدا پر یقین کیسے کرے

بشر کا خوف، خدا کے بشر سے لپٹا ہے

میں جانتا ہوں مجھے سچ نہیں بتایا گیا

تمام جھوٹ ہی سچی خبر سے لپٹا ہے

میں اپنی فکر میں گم تھا مگر مردے دل سے

تر اخیالِ نجات کے درہ سے لپٹا ہے

میں تیرے حزن کے توعید باندھ بیٹھا ہوں

سکونِ ذات بھی غم کے اثر سے لپٹا ہے

اسی کی یاد کا جھونکا ہمارے سینے سے

جد ہر جد ہر بھی گئے ہیں، اُدھر سے لپٹا ہے

تم اُس سے زین بھلے دم بہ دم پھٹرتے رہو

اُسی کا قُرب اُسی کے مفر سے لپٹا ہے



دل میں آپ رہتے ہیں

میرے کچھ تو لگتے ہیں

شکل میں تمہارے دکھ

مجھ سے کافی ملتے ہیں

اُس کے نرم پیروں کو

راتستے ترستے ہیں

تم ہنسی نہ گم کرنا

جلنے والے جلتے ہیں

اپنا ہجھہ دیکھا ہے؟

ایسے بات کرتے ہیں؟

کون پوچھے آنکھوں سے

اس طرح برستے ہیں؟

اب تو غیر لوگوں سے

ان کا ذکر سنتے ہیں

تم رکے تو یہ جانا

راستے بھی رکتے ہیں

تم سمیئتے ہو ناں

اس لیے بکھرتے ہیں

کاش ہم سے وہ پوچھے

کس سے بیمار کرتے ہیں؟

کیا عجب ہیں خوف ان کے

پیار سے بھی ڈرتے ہیں

ہاتھ چھوڑنے والے

ہاتھ کیوں پکڑتے ہیں؟

ہم اتر گئے دل سے؟

ٹھیک ہے پچھڑتے ہیں

زین آپ جیسے لوگ

بس ادا س رہتے ہیں



آنکھوں سے چند خواب گزرنے کے بعد بھی

دریا چڑھا ہوا ہے اترنے کے بعد بھی

ثابت پڑے ہوئے بھی شکستہ ہی ہم لگے  
تم پھول ہی لگے ہو بکھرنے کے بعد بھی

دونوں کلائیوں میں سجائی ہیں چوڑیاں  
بیٹھی ہے وہ اس سنورنے کے بعد بھی  
ان راستوں سے آج بھی خوشبو نہیں گئی  
ایسا ٹھہر گیا وہ گزرنے کے بعد بھی

اس نے مجھے تسلیاں دیتے ہوئے کہا  
وہ مجھ سے ملنے آئے گامرنے کے بعد بھی



کیا ہوا، گر ہوا ہے کم ایجاد

پھر بھی کچھ تو ہو اکرم ایجاد

آپ کے سو گوارمدت سے

آپ کا کر رہے ہیں غم ایجاد

بس بڑھانے بیان کی وقعت

ہو گئی آپ کی قسم ایجاد

کھاؤں دھو کہ کسی کی آنکھوں سے

پھر سے کر لون نیا بھرم ایجاد

وہ تو کرنے کے واسطے آیا

میری آنکھوں میں صرف نم ایجاد



ساری عمر ہی نفع کمایا ہم نے عشق ادارے میں

اب یہ سمجھے کاٹی ہم نے ساری عمر خسارے میں

تم نے میری آنکھ بھی دیکھی، اور دیکھا ہے دریا بھی

بولو کوئی فرق لگا ہے؟ پلگ میں اور کنارے میں

جب بھی لوگ پریشانی میں میرے پاس چلے آئے

کوئی نہ کوئی بات بتادی میں نے تیرے بارے میں

اس کی آنکھ کے جادو سے ہم کٹ پتیلی بن جاتے ہیں

کیا سے کیا کر دیتا ہے وہ ہم کو ایک اشارے میں

بُس تم اتنا ہی کہہ دینا ڈک بے چین سا شاعر تھا

جب بھی کوئی آکر پوچھے تم سے میرے بارے میں



دعا کرو گے تو حرفِ دعا نہیں مانا

محبتوں کا اگر سلسلہ نہیں مانا

تمھیں دکھانے ہیں کچھ زخم جو نہیں بھرنے

یقین کرو کہ ہمیں بے وجہ نہیں مانا

یہ اب جو تم بڑے بے خوف ہو کے پھرتے ہو

جو ہم نہ ہوں گے، تمھیں حوصلہ نہیں مانا

میں چل رہا ہوں تمہارے بغیر بھی دیکھو

مجھے لگا تھا کہ اب راستہ نہیں مانا

میں بانجھ پیڑ ہوں، مجھ پر شمر نہیں آتا

بہت کہا تھا مجھے بھی صلمہ نہیں مانا

جہاں پھر تے ہوئے نم ہوئیں تری آنکھیں

کبھی دوبارہ مجھے اُس جگہ نہیں مانا

مرے نصیب میں یہ بھی لکھا ہے آخر پر

”مجھے نصیب کا کچھ بھی لکھا نہیں مانا“

بہت کٹھن ہے، مگر میں نے سوچ رکھا ہے

کسی بھی طور تجھے بے گلہ نہیں مانا

وہ کس یقین سے کہتا تھا، زین! میرے بعد

تجھے بھی مجھ سا کوئی دوسرا نہیں مانا



قصے کو کچھ ایسا اُس نے موڑ دیا

میرا دکھ سے دامنِ رشته جوڑ دیا

میں تواب تک یار غریقِ حرمت ہوں

کیسے ٹونے میرے دل کو توڑ دیا

ہم نے رب سے جتنے بھی سکھ مانگئے تھے

سب کا رستہ تیری جانب موڑ دیا

تھوڑی سی خودداری بھی تو لازم تھی

جس نے ہاتھ چھڑایا ہم نے چھوڑ دیا

پہلے بھیک میں خوشیاں مانگا کرتے تھے

عشق ہوا تو ہم نے کاسہ توڑ دیا

(اختتام)

